دنیا کی مکمل تاریخ کے سلسلہ میں سے

(نمبر ۱)

جاپان

مرتبہ

سید محمد ابراہیم عجمی

دفتر اخبار وطن و حمیدیہ ایجنسی لاہور کے لئے

سنہ ۱۹۰۳ء

میں

حمیدیہ پریس لاہور میں چھپ

ڈیڈیکیشن



محمد عثمان خاں صاحب میڈیکل سٹوڈنٹ ساکن بڑوانی مقیم بمبئی

ع

معنون تیرے نام سے میری کتاب ہو

خاکسار عجمی

جاپان

پہلا باب

جغرافیائی حالت

سلطنت جاپان بحرالکاہل کے مختلف جزایر کا ایک مجموعہ ہے جو چین کے شمال مشرق میں نصف ہلالی صورت میں واقع ہے۔

جاپان خاص اپنے مقبوضہ جزایر کے جنوبی چین میں فارموسا سے لے کر مشرقی سائیبریا میں کمسچاٹکا تک دو ہزار میل کا ایک سلسلہ ہے۔ جس کے مشرقی جانب بحرالکاہل اپنے ۴۵۰۰ میل عرض سے جاپان اور امریکہ کے درمیان حدِّ فاصل کا کام دے رہا ہے۔

"چینی زبان میں جاپان کو "جھپن" یعنی طلوعِ آفتاب کا مقام کہتے ہیں۔ جاپانی "نہن" یا "نیپن" اور انگریزی میں "جاپان"۔ چینیوں نے غالباً اس کا نام طلوعِ آفتاب کا مقام اس لئے رکھا ہے۔ کہ وہ ان کے ملک کے مشرق میں واقع ہے اور آفتاب بھی مشرق ہی سے طلوع کرتا ہے۔ اس کے انگریزی اور جاپانی نام بھی چینی ہی سے استخراج کئے گئے ہیں۔ جن کے معنی بھی یہی ہیں۔ پہلے جاپانی اس "ڈی نیپن" یعنی جاپان اعظم کہتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے ڈی کا لفظ متروک ہو گیا۔ اور اب صرف "نیپن" یعنی جاپان باقی رہ گیا۔

نقشہ جاپان



یورپ کو اس کا پتہ سنہ ۱۲۹۵ء میں دریافت ہوا۔ جس کے فخر کا سہرا وینس کے سوداگر مارکو پولو کے سر بندھا۔ بعض کا خیال ہے کہ کولمبس بھی ایک دفعہ اس کی جستجو میں نکلا تھا۔ لیکن ناکام رہا۔

مارکو پولو کے زمانہ میں بھی جاپانی شائستہ اور متمول تھے اور سونے کی بڑی قدر کرتے تھے۔ جس کی تصدیق جا بجا یہ قدیمی تاجر اپنی ڈائری میں کرتا ہے۔

جاپان اپنے خوبصورت منظروں۔ دستکاریوں۔ کثرت زلزلہ اور کوہ ہائے آتش فشاں کے باعث خاص طور پر مشہور ہے۔ لیکن سب سے زیادہ قابل شہرت باتیں اس کی جدید تبدیلیاں اور ترقیاں وغیرہ ہیں۔ جن کو دیکھ کر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ کسی اور مشرقی ملک نے اتنے عرصہ میں اسقدر ترقی نہیں کی۔

جاپان خاص ۴ بڑے اور ہزارہا چھوٹے جزایر پر منقسم ہے۔ سب سے بڑا جزیرہ "ہانڈو" برطانیہ سے کسیقدر بڑا ہے۔ اس کے بعد اسی کے شمال میں "ہیزو" ہے اور شمالی مشرقی جانب "کوشو" اور "شکاکو"۔ جزایر کیورائیل کا پہاڑی سلسلہ کمسچاٹکا اور "ہیزو" کے درمیان ہے اس میں آتش فشاں پہاڑ کثرت سے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام کیورائیل ہوا ہے۔ کیونکہ روسی میں کیورائیل کے معنی دھواں دھار کے ہیں۔ اور اصل میں یہ سلسلہ روسی مقبوضات میں سے ہے۔ لیکن ۱۸۷۵ء میں زار نے جاپانی مقبوضات جنوبی سگھیلین سے اسکو تبدیل کرلیا۔ اور اسی وقت سے جزایر کیورائیل جاپانی مقبوضات میں شمار ہونے لگے۔ جزایر لوچو جو در اصل ہر جاپانی جزایر ہیں۔ جاپان اور فارموسا کے درمیان میں ہیں۔

جاپان کا کل رقبہ ایک لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی تقریباً چار کروڑ بیس لاکھ۔ یا بالفاظ دیگر جاپان آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے مدراس پریسیڈنسی مع ریاستہائے ملحقہ کے برابر ہے۔

جاپان میں بڑے شہروں کی تعداد بہت کم ہے۔ ذیل میں چند بڑے سے بڑے شہر مع آبادی کے ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

نام شہر	آبادی
ٹوکیو (پایۂ تخت)	۱۱۵۵۳۰۰
اوساکو	۴۷۳۵۴۱
کیوٹو (قدیم پایۂ تخت)	۲۸۹۵۸۸
نگویا	۱۷۰۴۳۳
کوبی	۱۳۶۹۶۸

یوکاہاما ۱۲۷۹۸۷

جاپان کا بہت بڑا حصہ پہاڑی ہے۔ ہانڈو کی حدبندی ایک بڑے پہاڑی سلسلہ سے کی گئی ہے۔ جس کی بعض چوٹیاں آٹھ نو ہزار فیٹ بلند ہیں۔ فوجی سان یا کوہ فوجی کی بلندی ۱۲ ہزار فیٹ سے کم نہیں اصل میں یہ آتش فشاں پہاڑ تھا مگر اب بجھ بجھا کر بالکل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ جاپانی اس کو "کوہ بے نظیر" کہتے ہیں اور جس طرح اہل ہنود ہمالیہ کو زیارت گاہ سمجھتے ہیں اسی طرح اہل جاپان اس کو اپنا معبد قرار دیتے ہیں۔

اصل میں جاپان بحری پہاڑی سلسلہ کی چوٹی ہے۔ ساحل کی چٹانوں میں اکثر پانی موجیں مارا کرتا ہے کہیں درمیان میں رتیلے خشک قطعے بھی آجاتے ہیں بحیرہ جاپان میں بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں۔ مگر اس کی حدبندی کرنیوالے ہانڈو۔ کیشو اور شکاکو۔ تین بڑے جزیرے ہیں۔ جاپان میں دریاؤں کا نام ونشان بھی نہیں۔ البتہ چند چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں۔ جن کو معمولی چشموں سے زیادہ وقعت نہیں۔ لیکن سمندر کے طوفان کے زمانہ میں ان کا عرض بھی بعض اوقات ایک میل سے زاید ہو جاتا ہے۔

جاپان میں سب سے بڑی جھیل "بیوا" ہے۔ جس کا طول تقریباً ۵۰ میل ہے اور عرض ۲۰ میل۔ جاپانیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ یہ جھیل صرف ایک رات میں تیار ہوئی ہے۔ اور بیوا نام کے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایک قسم کے جاپانی باجہ سے جس کو بیوا کہتے ہیں۔ بہت مشابہ ہے۔ یہ اپنے دلکش اور دلآویز منظروں کے باعث خاص دلچسپی رکھتی ہے۔

کوہ آتش فشاں جاپان میں اس قسم کے سینکڑوں پہاڑ ہیں۔ جن میں کے اکثر تو ٹھنڈے ہو گئے۔ مگر اب بھی بیس پچیس ویسے ہی شعلہ زن ہیں۔ ان سب میں کوہ اُسامیاما واقع کوشو دنیا بھر میں بے نظیر اور اپنی قسم کا عظیم الشان پہاڑ ہے۔ کوہ "فوجی سان" ۱۷۰۷ء سے ٹھنڈا ہو گیا۔ اور اب تو اس پر کامل چھ سات مہینے برف جمی رہتی ہے۔

گرم چشمے

جاپان دنیا بھر میں اپنے کھولتے ہوئے گرم چشموں کے لحاظ سے بھی عدیم المثال ملک ہے۔ گو اس قسم کے چشمے اور ممالک میں بھی ہیں۔ مگر نہ اتنے۔ بجھے ہوئے آتش فشاں پہاڑوں کے دامنوں میں ہر جگہ یہ چشمے سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض میں تو معمولی گرم پانی رہتا ہے اور بعض میں خوب کھولتا ہوا۔ اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے ابخرات سے گندک نکلتی ہے۔ جاپانی گندک کی ایک کثیر تعداد کا انہی پر انحصار ہے اور جلدی امراض مثلاً خارش وغیرہ کے مریض ان میں نہانے سے اکثر شفایاب ہو جاتے ہیں۔ جس کو جاپانی کمال تقدس اور برکت خیال کرتے ہیں۔

زلزلہ

جاپان میں ہر سال تقریباً ۵۰۰ زلزلے آتے ہیں۔ ان میں کے بیشتر نہایت معمولی ہوتے ہیں کہ جن کے آنے نہ آنے کا احساس بھی مشکل ہوتا ہے لیکن ۲۰ سال میں ایک مرتبہ سخت نقصان دہ قسم کا زلزلہ عموماً آتا رہتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں بھی "اگاگی" میں اسی قسم کا ایک زلزلہ آیا تھا۔ تین چار سو آدمی مندر میں جشن نوروز منا رہے تھے۔ کہ اتنے میں زلزلے نے آ کر سب کو دبا لیا۔ مندر بالکل کالعدم ہو گیا۔ اور ایک متنفس بھی نہ بچ سکا۔ گویا اور گیسفو کے درمیانی دیہات سب برباد ہو گئے اور ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار مکانات نیست و نابود۔ جانوں کا نقصان بھی سات آٹھ ہزار کے قریب ہوا۔ لیکن اب سخت کوشش اور جستجو کے بعد ایسے ذرائع بہم کئے گئے ہیں۔ جن کے باعث آئندہ زلزلوں سے اس قدر نقصان نہ پہنچ سکیگا۔

آب و ہوا

جاپان کے مختلف حصص میں آب و ہوا بھی اختلاف سے نہ بچ سکی۔ جزائر کیوریائیں میں سردی کا ڈنکا بجتا ہے اور لوچو میں گرمی کا دور دورہ ہے البتہ وسطی جاپان نے اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ بحیرہ جاپان کے ساحلی شہروں میں خاصی برف باری ہوتی ہے اور ٹوکیو کو بھی اس کے تغافل اور سرد مہری کا کم موقع ملتا ہے۔

ٹائیفون (چکردار بحری طوفان) بھی جاپان کے لئے کچھ کم مصیبت نہیں ہے۔ جن سے بعض اوقات سخت نقصان پہنچتا ہے۔

معدنیات جاپان میں لوہا اور کوئلہ کثرت سے ہے۔ تانبا اور سنگ مرمر بھی اکثر مقامات میں افراط کے ساتھ پائے جاتے ہیں کوئلہ عموماً چین کو بھیجا جاتا ہے۔ جس سے ہر سال جاپان کو ایک معقول رقم حاصل ہوتی ہے۔

کاشت جاپان کا زیادہ حصہ پہاڑی ہونے کے باعث کاشت کی بہت کم گنجایش ہے۔ گو اس کا صحیح اندازہ بہت مشکل ہے۔ تاہم یہ تو مسلمہ ہے کہ کل رقبہ کا آٹھواں حصہ بھی بمشکل کاشت کے کام آتا ہے۔ گیہوں۔ چاول۔ جوار۔ باجرہ اور جو وغیرہ جاپانیوں کے گذارہ کی خاص اشیا ہیں۔

چاء کی کاشت بکثرت ہوتی ہے کہتے ہیں کہ ۸۰۵ء میں ایک بدھسٹ بیراگی اس کو چین سے لایا تھا۔ اور پہلے اس کا استعمال صرف ایسے ہی لوگوں تک محدود رہا۔ کیونکہ شب بیداری میں اس سے بہت مدد ملتی ہے۔ لیکن اب تو عوام میں بھی اس کا رواج بیحد ہوگیا ہے۔ اور کاشت میں بھی اتنی ترقی ہوگئی ہے۔ کہ اشیاء برآمد میں اس کو خاص امتیاز ہے۔

یہاں نارنگی وغیرہ بھی کم و بیش مقدار میں ہوتی ہے اور سولھویں صدی سے پرتگالیوں کے ساتھ تمباکو کے منحوس قدم بھی یہاں آگئے ہیں۔

جانور تیندوے۔ چیتے۔ بھیڑئے حتےٰ کہ بلی تک کا جاپان میں نشان نہیں۔ البتہ لومڑیوں کی افراط ہے اور جنگلی سوروں سے تو جان بچانا دشوار ہے۔ بعض حصص میں کھیتی کو اس بلا سے محفوظ رکھنے کے لئے راتوں کو آگ جلانا پڑتی ہے۔

چھوٹی قسم کے گھوڑے۔ گائے بیل وغیرہ بھی ایک خاص حد تک ہوتے ہیں۔ یہاں ان سے ڈھلائی وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے۔ دودھ مکھن وغیرہ سے یہاں کسی کو سروکار نہیں۔ گدھے اور بھیڑ بکری وغیرہ بھی یہاں نام کو نہیں۔ انکے پالنے کی بھی کوشش کی گئی۔ مگر گھاس کی ناموافقت کے باعث کوئی کامیابی نہ ہوسکی۔

مرغیاں۔ بطخ۔ چڑیاں۔ کوے۔ اور چیلیں وغیرہ بکثرت ہیں۔ خوش الحان پرند مثلاً بلبل وغیرہ بہت۔ فاختہ اور بگلا یہاں کے عام پرند ہیں۔

جاپان میں سانپ بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ مگر زہریلے کم۔ البتہ ایک قسم کا چھوٹا سا سانپ سخت زہریلا ہوتا ہے۔ جس کو یہاں کے باشندے صدہا امراض کی دوا قرار دیتے ہیں۔ اور اُبال کر کھا جاتے ہیں۔ یہ لوگ ایک قسم کی چھپکلی کو بھی بہت سی بیماریوں سے بچنے کے خیال سے بطور حفظ ماتقدم کھاتے ہیں۔ مچھلی بہت کثرت سے ہے اور غذا کی یہ خاصی چیز ہے۔ ریشم کے کیڑے کی بھی بہت افراط ہے اور ریشمی پیداوار کے لحاظ سے جاپان دنیا کے کسی ریشم پیدا کرنیوالے ملک سے کم نہیں ہے

دوسرا باب

جاپان کے ابتدائی باشندے

ٹھیک طور سے تو آج تک نہیں دریافت ہوا۔ کہ جاپان میں پہلے کس قسم کے لوگ آباد تھے۔ ہندوستان کی طرح یہاں بھی مختلف حصص میں تیر۔ کلہاڑی و دیگر اوزار زمین میں مدفون پائے گئے ہیں۔ لیکن یہ پتہ اب بھی نہیں چلتا۔ کہ یہ تبرکات کس قوم کی یادگار ہیں۔

تجربہ اور تحقیقات قوم "ابنیں" سے چوٹی کی سراغرسانی سے قاصر ہیں۔ اور اب ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ جاپان کے قدیم باشندے اسی قوم کے ہونہار بچے تھے اب جاپان خاص میں اس کا وجود سوائے "یزو" کے اور کہیں نہیں۔ یہ لوگ اپنے کو "ابنو" کہتے ہیں۔ جس کے معنی انسان کے ہیں۔ لیکن جاپانی کہتے ہیں کہ یہ لفظ "انو" سے استخراج کیا گیا ہے جس کے معنی کتّے کے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ ان کو "میو" بمعنی وحشی کہتے ہیں۔

واقعات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح قوم آریا نے ہندوستان کے ابتدائی باشندوں کو اپنے ملک سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح جاپانیوں نے جنوبی

مغربی ممالک سے آکر قوم انیس کو شمال و مشرق کی طرف نکال دیا۔ لیکن جنوبی جزایر میں بعض مقامات اب بھی اسی قوم کے ناموں سے مشہور ہیں۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ کی کوئی تاریخ ہاتھ نہیں آئی۔ جس کے باعث مجبوراً عقل سے کام لے کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ غالباً یہ قوم "انیس" "سگھیلن" ہو کر جاپان میں آئی تھی۔ کیونکہ جزایر کیوزیل اور جنوبی سگھیلن میں اب بھی آبادی کا بہت بڑا حصہ یہی قوم ہے۔

چینیوں کی طرح انیس بھی منگولین نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب موٹے تازے۔ لیکن پستہ قد ہوتے ہیں جسم پر بال بہت ہوتے ہیں لمبی داڑھی گھنی ہوتی ہے۔ سر کے لانبے لانبے بال شانہ تک لٹکتے رہتے ہیں۔ رنگ عموماً گندمی ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کی نسبت بدصورت ہوتی ہیں اور ہاتھوں اور پیشانی پر قبضہ کلیہ گدواتی ہیں۔ ان کے یہاں جب تک لڑکا چار یا پانچ سال کا نہ ہولے اس کا نام وغیرہ نہیں رکھا جاتا۔ اور آٹھ سال کی عمر تک کپڑا ابھی نہیں پہناتے۔ ان کی بسر مچھلی اور نباتات وغیرہ پر ہے۔ گو یہ قوم بڑی غلیظ۔ کھنونی اور شرابی ہے تاہم رحمدلی اور دیانت سے اس کو پورا حصہ ملا ہے۔ ان لوگوں کا مذہب کچھ پورے طور پر سمجھ میں نہیں آتا۔ بھوت۔ پریت۔ دیو۔ جنگل۔ پہاڑ۔ و دیگر قدرتی اشیائی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ اور ریچھ کو بہت مانتے ہیں۔ اس کا بچہ اگر ہاتھ آجائے۔ تو بڑی احتیاط کے ساتھ اس کی پرورش کرتے ہیں اور بڑا ہونے پر تبرک سمجھ کر مار کر کھا جاتے ہیں۔ اور بڑا جشن مناتے ہیں۔

اس قوم کی ایک عجیب و نرالی باطل پرستی اور ہے وہ یہ کہ دو تین فیٹ کی چند چھوٹی چھوٹی لکڑیوں پر دندانے بنا کر ان کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ اور ان کو بڑا مقدس خیال کرتے ہیں۔ یہ لکڑیاں عموماً حفاظت کی غرض سے خطرہ کے مقامات میں رکھی جاتی ہیں۔ اور طوفان کے وقت سمندر میں ڈالی جاتی ہیں جس سے ان کے اعتقاد کے موافق فوراً طوفان فرو ہو جاتا ہے۔

تیسرا باب

اپنی پیدائش کے متعلق

جاپانیوں کا بیان

جاپان کی سب سے پرانی تاریخ "کوجیکی" ہے۔ جو ۷۱۲ء سے شروع ہوتی ہے لیکن عقل سلیم کو اس کے صحیح ماننے میں تامل ہے۔ اہل ہنود کی تواریخ کی طرح یہ بھی قصے کہانیوں سے مملو ہے۔ ہندو راجہ تو صرف چندر بنسی اور سورج بنسی ہی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن جاپانی فرمانرواؤں کی تو زندہ دیوتاؤں کی طرح پرستش ہوتی تھی۔ یہی نہیں۔ بلکہ جاپانی تو یہاں تک خودی سے گذر گئے۔ کہ ان کو یہ کہنے میں بھی تامل نہ ہوا کہ جاپان اور تمام مخلوقات سے پہلے خلق ہوا ہے" "کوجیکی" میں جاپان کی پیدائش کے متعلق عجیب دلچسپ قصہ درج ہے۔ جس کا ناظرین کی دلچسپی کے واسطے ذیل میں اقتباس کیا جاتا ہے:۔

اس دنیا کے وجود سے پہلے عالم بالا میں کئی پشت تک دیوتاؤں کی آبادی رہی۔ آخر میں ان سب میں سے "اذانگی" اور "اذانمی" دو بھائی بہن باقی رہ گئے ایکدن آسمان سے سمندر کی سیر کرتے ہوئے "اذانگی" کے نیزے کا پھل سمندر میں گر پڑا۔ جس گرنے سے پانی کے جتنے قطرے اچھلے۔ ان سب کا ایک جزیرہ بن گیا۔ اور سب سے پہلے جو جزیرہ نمودار ہوا۔ وہ "اواجی" تھا۔ اب دونوں نے آپس میں شادی کر کے یہاں سکونت اختیار کر لی۔ "اواجی" کے سوا سات جزیرے اور نمودار ہوئے جن میں "ہنڈو"۔ "کیشو" اور "شکا کو" وغیرہ بھی شامل ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد ان کے اولاد بھی ہوئی۔ لیکن سب سے پچھلی اولاد یعنے "آگ کے دیوتا" کے پیدا ہوتے ہی اذانمی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اذانگی حسرت و یاس

کی حالت میں بیقرار ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ قدرت کے کارخانے اس کے رونے میں بھی پنہاں تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کے آنسوؤں سے ایک دیوی پیدا ہوئی تھوڑی دیر بعد اس نے طیش میں آکر آگ کے دیوتا کا خنجر سے سر اڑا دیا۔ جس سے ایک اور گل کھلا۔ خنجر کے پھل میں جو خون لگا۔ اس سے تین دیویاں پیدا ہوئیں۔ اور جو خون بہ کر نیچے گرا۔ اس سے بھی تین دیویاں پیدا ہوئیں۔ غرض اسی طرح مقتول دیوتا کے خون سے آٹھ نئی دیویاں پیدا ہوئیں۔ ان کے علاوہ دو دیویاں اور بھی ازاناگی کے ہاتھ سے بہتے ہوئے خون سے پیدا ہوئیں۔

اب ازاناگی نے اپنے دل کو مضبوط کیا۔ اور صبر کر کے اپنی زوجہ کو آخری مرتبہ دیکھنے کی غرض سے شہر خموشاں کی طرف گیا۔ جہاں کی میلی کچیلی غلیظ حالت اور بیوی کی سڑی ہوئی لاش دیکھ کر اس کو کراہت معلوم ہوئی۔ اور یہ طہارت کے لئے کوشو کے ایک چشمہ پر نہانے گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنا عصا پھینکدیا۔ جو فوراً ایک دیوی میں منتقل ہو گیا۔ اسی طرح اس کی ہر چیز اور کپڑے سے مختلف دیویاں پیدا ہوئیں مگر آخری تین دیویاں بہت حسین اور نازک اندام ہوئیں۔ جن کو دیکھ کر یہ بہت خوش ہوا اور تینوں کو علی الترتیب آسمان۔ رات اور سمندر کی حکومتیں سپرد کر دیں۔ اول الذکر دو دیویاں تو اپنے کاموں میں مشغول ہو گئیں۔ مگر آگسٹس یعنے بہادری کے دیوتا نے کچھ پرواہ نہ کی اور ماں کے دیکھنے کے لئے شہر خموشاں جانے کو مچل گیا۔ جس پر ازاناگی نے برافروختہ ہو کر اس کو نکال دیا۔ کہ شہر خموشاں جانے سے پہلے یہ اپنی بہن آفتاب کی دیوی سے رخصت ہونے گیا۔ یہ اپنے بھائی کو آتے دیکھ کر خوب بناؤ سنگار کر کے بیٹھی اور اسکی بڑی آؤ بھگت کر کے آنے کا سبب دریافت کیا۔ آگسٹس نے صاف الفاظ میں جواب دیا کہ اس نے کسی بری نیت یا ارادے سے یہاں کا قصد نہ کیا تھا۔ بلکہ شہر خموشاں جاتے ہوئے رخصت ہونے کی غرض سے آیا تھا۔ آفتاب کی دیوی نے اس کی صداقت کے ثبوت میں آسمان میں ندی کے کنارے کھڑے ہو کر اس سے اپنا خنجر دوسرے کنارے تک پھینکنے کو کہا۔ جس میں آگسٹس کو بوجہ خلوص کامیابی ہوئی۔ اور آفتاب کی دیوی کو بھی ہر طرح پر اطمینان ہو گیا۔ خنجر کا ندی کے دوسرے کنارے تک پہنچنا ہی تھا۔ کہ آفتاب کی دیوی نے توڑ کر کچھ ٹکڑے تو منہ میں بھر لیئے اور کچھ پھینکدیئے۔ ان ٹکڑوں سے

تین دیویاں پیدا ہوئیں۔ آگسٹس نے یہ دیکھ کر اپنی بہن کا جواہراتی ہار اتار پھینکا۔
جس سے پانچ دیوتا پیدا ہوئے۔ اب تو اس کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ اور نفسانیت و
خود غرضی نے اتنا غلبہ کیا۔ کہ اس نے خنجر والی دیویاں تو بھائی کے حوالہ کیں اور اپنے ہار
کے دیوتا اپنے قبضہ میں کئے۔ آگسٹس کو بہن کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ جس کے
عوض میں اس نے اپنی بہن کے باغ کو پانی سے بہا دیا۔ اور جس کمرے میں اس کی بہن
بیٹھی تھی۔ اس کی چھت میں سوراخ کر کے اوپر سے ایک بلق گھوڑا گرا دیا۔ یہ کمرہ ایک
پہاڑی کے درہ میں واقع تھا۔ آفتاب کی دیوی نے فوراً درہ بند کر لیا جس سے
تمام جہان میں تاریکی پھیل گئی۔ لاکھوں دیویاں پریشان ہو کر آناً فاناً جمع ہو گئیں اور
اس کے باہر نکالنے کی کوشش کرنے لگیں۔ غار کے دروازہ پر مرغ جمع کر کے
ایک شور مچا دیا اور ایک درخت پر آئینہ اور جواہرات کے ہار لٹکا کر ناچنا گانا شروع
کر دیا۔ آفتاب کی دیوی نے متحیر ہو کر منہ باہر نکالا۔ اور اس شور و غل کا سبب دریافت
کیا۔ سب نے متفق اللفظ ہو کر جواب دیا۔ کہ اب تجھ سے بھی زیادہ حسین دیوی ہاتھ
آ گئی ہے۔ اسی کی خوشی میں یہ جشن ہے اور فوراً آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔ آئینہ
میں اپنی صورت دیکھتے ہی یہ محو حیرت ہو گئی اور گھبرا کر باہر نکل آئی۔ اس کے نکلتے
ہی دنیا میں پھر روشنی پھیل گئی۔ اور سب نے غار کو بند کر دیا۔ پھر آگسٹس کو
نکال دیا۔ یہ بیچارا تن بہ تقدیر اِزُومو کی طرف چل نکلا۔ جہاں پہنچنے پر ایک بوڑھا
مرد۔ ایک بوڑھی عورت اور ایک نوجوان لڑکی اس کو روتے ہوئے ملے۔ آگسٹس کا
دل بھر آیا۔ اور اس نے ان کی آہ و زاری کا سبب دریافت کیا۔ بڈھے نے سرد
سسکتے ہوئے جواب دیا کہ میری آٹھ لڑکیاں تھیں۔ لیکن ایک آٹھ پھن کا
سانپ ہر سال ایک لڑکی کو آ کر کھا جاتا ہے۔ چنانچہ سات لڑکیاں اسی طرح
ضائع ہو چکیں۔ آج اس آٹھویں کی باری ہے۔ آگسٹس نے کہا۔ کہ اگر لڑکی
سانپ سے بچ جائے۔ تو مجھے دیدو گے۔ بڈھا اس پر راضی ہو گیا۔ غرض اچھی طرح
خوب خود بیان کر کے آگسٹس نے آٹھ ناندوں میں ساکی (ایک قسم کی شراب)
بھر کر رکھ دی۔ سانپ آتے ہی سب ساکی چٹ کر کے نشہ میں چکنا چور ہو کر گر
پڑا۔ آگسٹس نے موقع پاتے ہی تلوار کھینچ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے

مگر سانپ کے درمیانی جسم پر پہنچ کر تلوار ٹوٹ گئی۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس مقام پر سانپ کے جسم میں ایک تلوار تھی جس کو آگسٹمس نے فوراً نکال لیا۔
سانپ مارنے کے بعد اس نے لڑکی سے شادی کر لی۔ اور ایک عالیشان محل بنوا کر وہیں بودوباش اختیار کر لی۔
واضح رہے کہ جزیرہ اذیمو کوریا کے بالکل سامنے ہے۔
آگسٹمس کو جاپان سے نکالنے کے بعد دیویوں کو جاپان میں آبادی اور امن قایم کرنے کی فکر لاحق ہوئی۔ غرض سب نے مشورہ کر کے ایک دیوی کو جاپان کی حالت دیکھنے کے لئے عالم بالا سے بھیجا۔ لیکن یہ دور ہی سے یہاں کے ہنگامے دیکھ کر بھاگ گئی اور آسمان کے پل تک آکر واپس گئی۔ اس کے بعد دوسری بھیجی گئی۔ جس نے مفسدوں سے مراسم پیدا کر لئے۔ اور دیویوں کو حالات کی خبر کرنا تو در کنار خود ہی یہاں سے واپس نہ گئی۔ تیسری مرتبہ ایک دیوتا بھیجا گیا۔ جس نے مفسد دیوی کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اور یہیں رہ گیا۔ غرض آٹھ سال اسی طرح گذر گئے۔ اور جاپان میں امن قایم نہ ہو سکا۔ لیکن دیویاں اپنی کوشش سے باز نہ آئیں اور سب سے آخر میں دو دیوتا خبر کے لئے بھیجے۔ جنہوں نے اپنے ارادہ پر قایم رہ کر مفسدوں کو زیر کیا۔ اور سب حالات کی خبر دیویوں کو کی۔ جنہوں نے آفتاب کی دیوی کے پوتے کو یہاں کی سلطنت سپرد کی اور آگسٹمس کی تلوار جو اس نے سانپ کی پیٹھ سے نکالی تھی اور وہ آئینہ جس کو دیکھ کر آفتاب کی دیوی غار سے باہر نکلی تھی۔ تبرک کے طور پر اس کے حوالہ کئے۔
اس نے کوشو کے مغربی ساحل پر آکر سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اس کے بعد جیمو ٹیمو نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ کہتے ہیں اسوقت سے آجتک یہی خاندان جاپان پر حکومت کر رہا ہے۔ اور موجودہ فرمانروا جیمو ٹیمو کے بعد سے ایک سو اکیسواں بادشاہ ہے۔
ذیل میں جیمو ٹیمو سے لے کر اب تک کے فرمانرواؤں کی فہرست مع سنہ جلوس و وفات عام معلومات کے خیال سے درج کی جاتی ہے امید کہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگی:۔

نمبر	نام فرمانروا	سنہ جلوس	سنہ وفات	عمر
۱	جیمو	۶۶۰ سال قبل مسیح	۵۸۵ سال قبل مسیح	۱۲۷
۲	سوٹیزی	۵۸۱ " "	۵۴۹ " "	۸۴
۳	اینی	۵۴۸ " "	۵۱۱ " "	۵۷
۴	اٹوکو	۵۱۰ " "	۴۷۷ " "	۷۷
۵	کوشو	۴۷۵ " "	۳۹۳ " "	۱۱۴
۶	کوآن	۳۹۲ " "	۲۹۱ " "	۱۳۷
۷	کوری	۲۹۰ " "	۲۱۵ " "	۱۲۸
۸	کوگن	۲۱۴ " "	۱۵۸ " "	۱۱۶
۹	کیکوا	۱۵۷ " "	۹۸ " "	۱۱۱
۱۰	سوجن	۹۷ " "	۳۰ " "	۱۱۹
۱۱	سونن	سنہ ۲۹ ع	سنہ ۷۰ ع	۱۴۱
۱۲	کیکو	سنہ ۷۱ ع	سنہ ۱۳۰ ع	۱۴۳
۱۳	سیمو	سنہ ۱۳۱ ع	سنہ ۱۹۰ ع	۱۰۸
۱۴	چیعی	سنہ ۱۹۲ ع	سنہ ۲۰۰ ع	۵۲
۱۴ الف	جنگو	۲۰۱	۲۶۹	۱۰۰
۱۵	آجن	سنہ ۲۷۰ ع	سنہ ۳۱۰ ع	۱۱۰
۱۶	نن ٹوکو	سنہ ۳۱۳ ع	سنہ ۳۹۹ ع	۱۱۰
۱۷	ریچو	سنہ ۴۰۰ ع	سنہ ۴۰۵ ع	۶۷
۱۸	ہانزی	سنہ ۴۰۶ ع	سنہ ۴۱۱ ع	۶۰
۱۹	انکیو	سنہ ۴۱۲ ع	سنہ ۴۵۳ ع	۸۰
۲۰	آنکو	سنہ ۴۵۴ ع	سنہ ۴۵۶ ع	۵۶
۲۱	یوری یاکو	سنہ ۴۵۷ ع	سنہ ۴۷۹ ع	۰
۲۲	سینی	سنہ ۴۸۰ ع	سنہ ۴۸۴ ع	۴۱
۲۳	کینزو	سنہ ۴۸۵ ع	سنہ ۴۸۷ ع	-

نمبر	نام فرمانروا	سنہ جلوس	سنہ وفات	عمر
۲۴	نینکن	سنہ ۴۸۹ء	سنہ ۴۹۸ء	۵۰
۲۵	مرٹیبو	سنہ ۴۹۹ء	سنہ ۵۰۶ء	۱۸
۲۶	کیٹائی	سنہ ۵۰۷ء	سنہ ۵۳۱ء	۸۲
۲۷	انکان	سنہ ۵۳۴ء	سنہ ۵۳۵ء	۷۰
۲۸	سینکوا	سنہ ۵۳۶ء	سنہ ۵۳۹ء	۷۳
۲۹	کیمی	سنہ ۵۴۰ء	سنہ ۵۷۱ء	۶۳
۳۰	بڈٹسو	سنہ ۵۷۲ء	سنہ ۵۸۵ء	۴۸
۳۱	یومی	سنہ ۵۸۶ء	سنہ ۵۸۷ء	۶۹
۳۲	سوجن	سنہ ۵۸۸ء	سنہ ۵۹۲ء	۷۳
۳۳	سوکو	سنہ ۵۹۳ء	سنہ ۶۲۸ء	۷۵
۳۴	جومی	سنہ ۶۲۹ء	سنہ ۶۴۱ء	۴۹
۳۵	کوکیوکو	سنہ ۶۴۲ء	″	″
۳۶	کوٹیوکو	سنہ ۶۴۵	سنہ ۶۵۴ء	۵۹
۳۷	سیمی	سنہ ۶۵۵	سنہ ۶۶۱ء	۶۸
۳۸	تینجی	سنہ ۶۶۸ء	سنہ ۶۷۱ء	۵۸
۳۹	کوبن	سنہ ۶۷۲	سنہ ۶۷۳ء	۲۵
۴۰	ٹیمو	سنہ ۶۷۳	سنہ ۶۸۶	۶۵
۴۱	جیٹو	سنہ ۶۹۰ء	سنہ ۷۰۲ء	۵۸
۴۲	مہومو	سنہ ۶۹۷ء	سنہ ۷۰۷ء	۲۵
۴۳	جیمیو	سنہ ۷۰۸ء	سنہ ۷۲۱ء	۶۱
۴۴	گنیشو	سنہ ۷۱۵	سنہ ۷۴۸ء	۶۹
۴۵	شومو	سنہ ۷۲۴	سنہ ۷۵۶ء	۵۶
۴۶	کوکن	سنہ ۷۴۹ء	—	—

نمبر	نام فرمانروا	سنہ جلوس	سنہ وفات	عمر
۴۷	جونن	سنہ ۷۵۹ء	سنہ ۷۶۵ء	۳۳
۴۸	کوکن	سنہ ۷۶۵ء	سنہ ۷۷۰ء	۵۳
۴۹	کونن	سنہ ۷۷۰ء	سنہ ۷۸۱ء	۷۳
۵۰	کوامو	سنہ ۷۸۲ء	سنہ ۸۰۶ء	۷۰
۵۱	ہیجو	سنہ ۸۰۶ء	سنہ ۸۲۴ء	۵۱
۵۲	ساگا	سنہ ۸۱۰ء	سنہ ۸۴۲ء	۵۷
۵۳	نیما	سنہ ۸۲۳ء	سنہ ۸۴۰ء	۵۵
۵۴	نمیو	سنہ ۸۳۴ء	سنہ ۸۵۰ء	۴۱
۵۵	مانٹوکو	سنہ ۸۵۱ء	سنہ ۸۵۸ء	۳۲
۵۶	سیوا	سنہ ۸۵۹ء	سنہ ۸۸۰ء	۳۱
۵۷	یوزی	سنہ ۸۷۷ء	سنہ ۹۴۹ء	۸۲
۵۸	کمرکو	سنہ ۸۸۵	سنہ ۸۸۷ء	[illegible]
۵۹	اودا	سنہ ۸۸۸ء	سنہ ۹۳۱ء	۶۵
۶۰	ڈیگو	سنہ ۸۹۸ء	سنہ ۹۳۰ء	۴۶
۶۱	شوجاکو	سنہ ۹۳۱ء	سنہ ۹۵۲ء	۳۰
۶۲	موراکمی	سنہ ۹۴۷ء	سنہ ۹۶۷ء	۴۲
۶۳	ایزمی	سنہ ۹۶۸ء	سنہ ۱۰۱۱ء	۶۲
۶۴	انیمیو	سنہ ۹۷۰ء	سنہ ۹۹۱ء	۳۳
۶۵	کوہزان	سنہ ۹۸۵	سنہ ۱۰۰۸	۴۱
۶۶	ایچجیو	سنہ ۹۸۷ء	سنہ ۱۰[illegible]ء	۳۲
۶۷	سانجو	سنہ ۱۰۱۲ء	سنہ [illegible]ء	۴۲
۶۸	گوایچیجو	سنہ ۱۰۱۶ء	سنہ ۱۰۳۶ء	۲۹
۶۹	گوشوجاکو	سنہ ۱۰۳۶ء	سنہ ۱۰۴۵ء	۳۷

نمبر شمار	نام فرمانروا	سنہ جلوس	سنہ وفات	عمر
۷۰	گوریزی	سنہ ۱۰۴۷ء	سنہ ۱۰۶۸ء	۴۴
۷۱	گوسانجو	سنہ ۱۰۶۹ء	سنہ ۱۰۷۳ء	۴۰
۷۲	سشراکوا	سنہ ۱۰۷۳ء	سنہ ۱۱۲۹ء	۷۷
۷۳	ہوریکوا	سنہ ۱۰۸۷ء	سنہ ۱۱۰۷ء	۲۹
۷۴	ٹوبا	سنہ ۱۱۰۸ء	سنہ ۱۱۵۶ء	۵۴
۷۵	شوٹاکو	سنہ ۱۱۲۴ء	سنہ ۱۱۶۴ء	۴۶
۷۶	کونوئی	سنہ ۱۱۴۲ء	سنہ ۱۱۵۵	۱۷
۷۷	گوشراکوا	سنہ ۱۱۵۶ء	سنہ ۱۱۹۲ء	۶۶
۷۸	نیجو	سنہ ۱۱۵۹ء	سنہ ۱۱۶۵ء	۲۳
۷۹	روکوجو	سنہ ۱۱۶۶ء	سنہ ۱۱۷۶ء	۱۳
۸۰	ٹکاکورا	سنہ ۱۱۶۹ء	سنہ ۱۱۸۱ء	۲۱
۸۱	انٹوکو	سنہ ۱۱۸۱ء	سنہ ۱۱۸۵ء	۱۵
۸۲	گوٹوبا	سنہ ۱۱۸۶ء	سنہ ۱۲۳۹ء	۶۰
۸۳	شوچی میکاڈو	سنہ ۱۱۹۹ء	سنہ ۱۲۳۱ء	۳۷
۸۴	جنٹوکو	سنہ ۱۲۱۱ء	سنہ ۱۲۴۲ء	۴۶
۸۵	چوکیو	سنہ ۱۲۲۲ء	سنہ ۱۲۳۴ء	۱۷
۸۶	گوہریکوا	سنہ ۱۲۲۱ء	سنہ ۱۲۳۴ء	۲۳
۸۷	یوجو	سنہ ۱۲۳۳ء	سنہ ۱۲۴۲ء	۱۲
۸۸	گوساگا	سنہ ۱۲۴۲ء	سنہ ۱۲۷۲ء	۵۳
۸۹	گوفوکاکوسا	سنہ ۱۲۴۶ء	سنہ ۱۳۰۴ء	۶۲
۱۰	کمے یاما	سنہ ۱۲۵۹ء	سنہ ۱۳۰۵ء	۵۷
۹۱	گواودا	سنہ ۱۲۷۴ء	سنہ ۱۳۲۳ء	۵۸
۹۲	فوشیمی	سنہ ۱۲۸۸ء	سنہ ۱۳۱۷ء	۵۳

نمبر	نام فرمانروا	سنہ جلوس	سنہ وفات	عمر
۹۳	گوفوشیمی	۱۲۹۸ء	۱۳۱۶ء	۴۹
۹۴	گوجیجو	۱۳۰۱ء	۱۳۰۹ء	۲۴
۹۵	هنازونا	۱۳۰۸ء	۱۳۴۸ء	۵۲
۹۶	گوڈیگو	۱۳۱۸ء	۱۳۳۹ء	۵۲
۹۷	گومراکمی	۱۳۳۹ء	۱۳۶۸ء	۴۱
۹۸	گوکمی یاما	۱۳۷۳ء	۱۴۲۴ء	۷۸
۹۹	گوکمالشو	۱۳۸۳ء	۱۴۳۳ء	۵۷
۱۰۰	لشوکو	۱۴۱۴ء	۱۴۲۸ء	۲۸
۱۰۱	گوهینزونا	۱۴۲۹ء	۱۴۷۰ء	۵۲
۱۰۲	گوشوچی میکاڈو	۱۴۶۵ء	۱۵۰۰ء	۵۹
۱۰۳	گوکشی وباسا	۱۵۲۱ء	۱۵۲۶ء	۶۳
۱۰۴	گوناسا	۱۵۳۶ء	۱۵۵۷ء	۶۲
۱۰۵	اوجی ماچی	۱۵۶۰ء	۱۵۹۳ء	۷۷
۱۰۶	گویوجو	۱۵۸۶ء	۱۶۱۷ء	۴۷
۱۰۷	گومینو	۱۶۱۱ء	۱۶۸۰ء	۸۵
۱۰۸	میوشو	۱۶۳۰ء	۱۶۹۶ء	۷۴
۱۰۹	گوکومیو	۱۶۴۳ء	۱۶۵۴ء	۲۲
۱۱۰	گونیشیو	۱۶۵۶ء	۱۶۸۵ء	۴۹
۱۱۱	ریجن	۱۶۶۳ء	۱۷۳۲ء	۷۹
۱۱۲	ہیگاشی یاما	۱۶۸۷ء	۱۷۰۹ء	۳۵
۱۱۳	ناکامیکاڈو	۱۷۱۰ء	۱۷۳۷ء	۳۷
۱۱۴	سکوراماچی	۱۷۲۰ء	۱۷۵۰ء	۳۱
۱۱۵	موموزونو	۱۷۴۷ء	۱۷۶۲ء	۲۲

نمبر	نام فرمانروا	سنہ جلوس	سنہ وفات	عمر
۱۱۶	گوسکوراجی	سنہ ۱۷۶۳ء	سنہ ۱۸۱۳ء	۷۳
۱۱۷	گومازونو	سنہ ۱۷۷۱ء	سنہ ۱۷۷۹ء	۲۲
۱۱۹	کوکاکو	سنہ ۱۷۸۰ء	سنہ ۱۸۴۰ء	۷۰
۱۰۹	جنکو	سنہ ۱۸۱۷ء	سنہ ۱۸۴۶ء	۴۷
۱۲۰	کومی	سنہ ۱۸۴۶ء	سنہ ۱۸۶۷ء	۳۶
۱۲۱	متسوہیٹو (موجودہ فرمانروا)	سنہ ۱۸۶۸ء	*	۳



امپراٹور جاپان

مورخین کے نزدیک جیموٹیمو کی سلطنت اور اوائل کی حکایات کی کوئی ہستی نہیں اور نہ کسی طرح یہ قابل اعتبار ہیں۔غرض سنہ ۶۶۳ ء سے پہلے یہاں کی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض باتیں اس کے بعد کی تاریخ کی بھی عقل کے خلاف ہیں۔

چوتھا باب

جاپانیوں کی اصلی حالت

زمانہ قدیم میں شمالی ایشیا میں منگولین قومیں آباد تھیں۔ اور وسط ایشیا میں آریہ قوم کا ڈنکا بجتا تھا۔ جس طرح کہ آریا یورپ اور ہندوستان وغیرہ میں پھیل گئے۔ اسی طرح یہ اقوام بھی بقول چینی مورخوں کے کوریا اور گرد ونواح کے جزایر میں پھیل گئیں اور جس طرح آریا کو ہندوستان میں وحشی قوموں سے عرصہ تک لڑنا پڑا۔ اسی طرح جاپانیوں کو بھی ایک مدت قوم "انیس" سے جنگ و جدل میں گذر گئی۔ غرض سالہا سال کی لگاتار لڑائیوں کے بعد جاپانیوں نے اس قوم کو پسپا کر کے جزیرہ "یزو" کی طرف بھگا دیا۔ اور خود یہاں بودو باش اختیار کی۔

جاپانی جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے منگولین نسل سے ہیں۔ ان کا رنگ گندمی ہے بال سیاہ۔ داڑھی کچی۔ اور گال اٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ شمالی باشندے سیاہ اور موٹے تازے ہوتے ہیں۔ ان کی ناک چپٹی اور منھ گول ہوتا ہے۔ لیکن جنوبی باشندے کسیقدر گورے اور نازک اندام ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں بھی خوبصورت اور ترچھی ہوتی ہیں۔ اور چہرہ بیضاوی۔ اس طبقہ کے لوگ عموماً خاندانی اور معزز شمار کیے جاتے ہیں۔

جاپانی عورتیں بہ نسبت مردوں کے زیادہ حسین اور نازک اندام ہوتی ہیں۔ یہ سن بلوغ کو بھی جلدی پہنچتی ہیں۔ اور ان کے شباب کے باغ کو خزاں بھی جلدی آجاتی ہے۔

ابتدائی زمانہ میں مردوں کا کام لڑائی تھا۔ البتہ پوجاری وغیرہ اس سے

مستثنیٰ تھے۔ زراعت کاشتکاروں کے سپرد تھی۔ جو اس کے سوا دوسرا کام نہ کرتے تھے۔ تجارت اور دوکانداری نہایت ذلیل پیشے خیال کئے جاتے تھے۔ اور ان کے پیشہ وروں کی وقعت چماروں کے برابر تھی۔

جاپانی عموماً خلیق اور محب ملک ہیں لیکن کسی قدر مدمغ اور متلون مزاج بھی ہیں۔ جاپان کی تاریخ کی طرح یہاں کے مذہب کا بھی ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ صدہا دیویاں اور دیوتا گذر گئے۔ مگر تاریخ ان کی پرستش کے ثبوت سے قاصر ہے اور نہ کوئی قدیمی مندر اور بت یہاں پائے جاتے ہیں۔ جن سے ان کے ابتدائی مذہب کا پتہ چل سکے۔ اکثر مورخین اس پر اتفاق کرتے ہیں۔ کہ یہاں کا ابتدائی مذہب شنٹوئی تھا۔ جس کے معنی ان کے یہاں "دیوتاؤں کی راہ" کے ہیں۔ شنٹوئی ایک چینی نام ہے۔ اور یہ قدیم وحشی اقوام کی باطل پرستی اور زبردست پرستی کا ایک مجموعہ ہے۔ اس میں بڑی عجیب بات تھی۔ کہ کسی قسم کی کوئی پابندی اس مذہب میں نہ تھی۔ جو جی چاہے کرو۔ البتہ آنکھیں بند کئے باطل پرستی پر قایم رہو۔

اٹھارھویں صدی میں "میڑائی" اس مذہب کا بہت بڑا مجدد گذرا ہے۔ وہ بھی اقبال کرتا ہے کہ اس مذہب میں نہ تو کوئی کتاب ہے اور نہ اخلاق کی درستی کے لئے کوئی نصیحت ہی ہے۔ جس کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ جاپانی بڑے متقی اور پکے دیندار تھے۔ پس ایسے لوگوں کو ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔ البتہ اگر چینیوں کی طرح بداطوار ہوتے۔ تو از روئے مذہب اس قسم کی پابندیاں ان کے لئے بھی ضروری ہوتیں۔

اس مذہب کا بانی شنٹو نامی ایک فقیر تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھلا مخالفت کون کر سکتا تھا۔ سب نے صدق دل سے اس کو اپنا ہادیٔ برحق قرار دے لیا اور اس کی باتوں کی بے سوچے سمجھے اندھوں کی طرح پیروی شروع کر دی۔ کچھ اسی پر موقوف نہیں۔ وہ زمانہ ہی ایسا تھا کہ جو شخص پبلک میں جیسی سوجھ جاتا تھا۔ پھونک دیتا۔ ساری خرابی تہذیب اور شائستگی کی ہے یہ کہیں کسی کا قدم بغیر معقولیت کے نہیں جمنے دیتی۔

جاپان میں شنٹوئی مندر جابجا بنے ہوئے ہیں۔ جن کی نسبت پیسال مرمت

ہوتی رہتی ہے۔ یہ مندر اعلیٰ قسم کی لکڑی سے بنائے گئے ہیں۔ اور دروازوں پر ایک محراب بنی ہے۔ جس میں دیوتاؤں کے بیدار کرنے کی غرض سے مرغ پالے جاتے ہیں۔ ان مندروں میں گو بت وغیرہ کا نام ونشان نہیں۔ تاہم ایسی چیزیں رکھی گئی ہیں جن سے دیوتاؤں کی یاد قایم رہے۔ دیویوں کے بت کی بجائے عموماً آئینہ رکھا جاتا تھا۔ اور دیوتا کی بجائے تلوار۔ خوشنما پتھر۔ یا جوتہ وغیرہ۔ یہ چیزیں ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر بڑی احتیاط سے کئی صندوقوں میں سب سے اندرونی کمروں میں رکھی جاتی تھیں۔ جن میں سوائے اعلیٰ پجاری کے اور کسی کا گذر نہ تھا۔

یہ لوگ راسخ الاعتقاد۔ مذہب کے کٹّے اور بڑے متعصب لوگ تھے۔ ایکدفعہ کسی معزز جاپانی نے شنٹوئی مندر کا پردہ اپنے دستی بید سے اٹھا دیا۔ جس پر یہ لوگ اتنے بگڑے۔ کہ آخر اس غریب کی جان ہی لے کے چھوڑا۔

غرض سنہ ۵۵۰ء تک شنٹوئی کا جاپان میں خوب دورہ رہا۔ اور اس کے بعد بودھ کا ڈنکا بجنے لگا۔ بودھ مذہب پہلے تو چین سے کوریا آیا۔ اور کوریا سے جاپان میں۔ سنہ ۵۵۰ء میں شاہ کوریا نے میکاڈو جاپان کو بدھا کا ایک طلائی بت اور چند مذہبی کتابیں بھیجیں۔ درباریوں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ اور میکاڈو کو اس کے واپس کرنے پر بہت زور دیا۔ مگر شاہی حکم سے یہ بت ایک معزز شخص کے سپرد کیا گیا۔ جس نے فوراً اپنے مکان میں مندر بنا کر اس کو رکھ لیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جاپان میں وبا نازل ہوئی۔ جس کی وجہ شنٹوئی کے پیرو لوگوں نے یہی مذہبی تجدید قرار دی۔ غرض مندر توڑ ڈالا گیا۔ لیکن اتفاقات زمانہ سے ایسے مصایب واقع ہوئے۔ کہ باطل پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگوں نے پھر بودھ کا مندر قایم کیا۔ اور سنہ ۶۲۱ء میں تو یہ جاپان کا خاص مذہب ہوگیا۔ مگر عوام پر اب بھی اس کا اثر پورے طور پر نہ پڑ سکا۔ کو بوڈیشی نے بدھ کو عوام میں پھیلانے کی بڑی کوشش کی۔ اور آخر کامیاب بھی ہوا۔ اس نے شنٹوئی اور بدھ دونوں کو یہ کہ کر خلط ملط کر دیا۔ کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ شنٹوئی دیوتا تو بدھ کے اوتاروں میں سے ہیں۔ اب کیا پوچھنا تھا۔ اس نئی تحقیقات پر ایک عام جوش پھیل گیا۔ اور شنٹوئی سوائے کچھ پیروان بدھ کے سپرد ہو گئے۔


شنتوٹی فقیر
تصویر نمبر ۳

جنہوں نے اپنے خیالات کے موافق ان میں کچھ ترمیم بھی کی اور اب اس مذہب کی ترقی ہونے لگی۔

تینتیسویں فرمانروا "قیصرہ سوکو" کے وقت میں مذہب میں بہت سی اصلاحیں ہوئیں اور اس کے خاص مشیر اور مدبر "تواوجی" ولیعہد سلطنت نے بدھ میں نمایاں ترقی کی۔ جس کے باعث یہ "شوتوکوتیشی" (حامی مذہب) کے نام سے مشہور ہوا۔ تمام امور سلطنت بودھ کے اصول پر طے ہوتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں میں مندر بنائے گئے۔ اور شاہی حکم سے افسروں نے بدھا کے بڑے بڑے بُت بنواکر اپنے گھروں میں رکھے اسی زمانہ میں کوریا سے ایک پجاری ادھر آنکلا۔ دربار میں اس کی بڑی عزت کی گئی۔ اور پانچ مذہبی اصول (۱) چوری (۲) دروغگوئی (۳) شرابخوری (۴) قتل (۵) زناکاری وغیرہ سے بچنے کی پابندی اسی وقت سے شروع ہوئی۔ "شاتوکوتیشی" کے مرنے پر مذہبی تلقین کے لئے خاص افسر "شوشو" اور "سوز" نامی مقرر کئے گئے۔ ان افسروں کا وہی اعزاز اور اقتدار تھا۔ جو ہمارے یہاں مفتی اور قاضی وغیرہ کا ہے۔ جاپان میں سب سے پہلا مفتی "گوانکن" گذرا ہے اور پہلا قاضی "توکوسکی"۔

تیمو نے بھی اپنے عہد حکومت میں بدھ مذہب کے فروغ دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بلکہ اس نے اس مذہبی پابندی کو ازرد[illegible] آئین ضروری قرار دیا۔ اور گوشت کھانے کی قطعی ممانعت کی۔

قیصرہ گیمو کے عہد حکومت یعنی سنہ ۷۱۰ء میں نارا مقام میں بہت سے مندر بنائے گئے۔ "توڈیجی" مشہور مندر بھی یہیں ہے جس میں بدھ کا ترپن ۵۳ فٹ بلند بت رکھا ہوا ہے۔ یہ بت جست کا ہے اور سنہ ۷۴۹ء میں قیصرہ شوموکے عہد میں بنایا گیا تھا سنہ ۱۱۸۰ء میں اس پر مندر بنایا گیا۔ لیکن مندر کچھ عرصہ بعد جل کر خاکستر ہوگیا۔ اور بت کا سر بھی پگھل گیا۔ جاپانیوں نے مندر دوبارہ تعمیر کیا۔ مگر سنہ ۱۵۶۷ء میں پھر جل گیا اس دن سے بت ویسے ہی رکھا ہے۔ اور پھر مندر بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔

جاپانی بدھ مذہب سیام اور سیلون کے بدھ مذہب سے بالکل جدا ہے یہ لوگ "مہایانا" طریق کے پیرو ہیں۔ اور ان کے یہاں چودہ فرقے ہیں۔ جن میں بعض تو

ایک دوسرے سے بالکل خلاف ہیں۔ ۱۸۶۸ء کی بے امنی میں بودھ پر پھر زوال آگیا مندروں سے بدھ کے بت پھینکدئے گئے۔ اور شنٹوئی طریق کے مطابق آئینے پھر رکھے گئے۔ اور شنٹوئی شاہی مذہب قرار دیا گیا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد بودھ نے پھر زور کیا۔ اور جب سے ابتک اسی کا رواج ہے۔ مگر شنٹوئی کا اب بھی اتنا اثر باقی ہے۔ کہ سرکار سے ان مندروں کا خاص انتظام ہے۔

۱۵۴۹ء میں ژیویر نامی مشنری کے ساتھ عیسائیت نے بھی جاپان میں قدم جمائے۔ گو اس کو اپنی مذہبی تلقین میں پوری کامیابی نہ ہوئی۔ مگر اس کے جانشینوں نے تو لگاتار کوششوں کے بعد مذہب پھیلا ہی کے چھوڑا۔ اور اب تو جاپان میں عیسائیت کا اتنا زور ہے کہ جاپان میں صدہا پادری اور سینکڑوں گرجے ہیں۔

پانچواں باب

لباس

جاپان میں پہلے ہیمپ یا بیری (کاغذ بنانے کی گھاس) سے کپڑے بنائے جاتے تھے۔ یا سن کام میں آتا تھا۔ لیکن ۴۵۷ء میں چین سے ریشم کے کپڑے اور شہتوت کے درخت لائے گئے اور لوگوں میں عام طور پر پھیلانے کی ضرورت سے شہنشاہ بیگم نے خود ریشمی کیڑوں کی پرورش کی۔ جس سے جاپانی آجکل بیحد فایدہ اٹھا رہے ہیں۔ ۸۰۰ء میں ہندوستانی روئی بھی جاپان جا پہنچی۔ تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ بودھ مذہب سے پہلے جاپان میں جانوروں کی کھالیں لباس کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں اور انہی سے مختلف وضع و قطع کے کپڑے مثلاً پائجامہ۔ صدری کرتہ وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ گو ان کی ساخت کا صحیح اندازہ تو مشکل ہے تاہم ان کپڑوں کے رائج ہونے میں تو کچھ شک نہیں۔

واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جنگل کی نسبت جاپان میں زیور کا زیادہ رواج تھا۔ اور "مگاتما" اور "کدا تماتہ" یورپ کی خاص اشیاء تھیں۔ ان کے علاوہ اس قسم کی اور چیزیں بھی قدیم گورستانوں میں پائی گئی ہیں۔ اور اکثر مٹی کی تیلیوں کے کانوں میں بالیاں بھی ملی ہیں۔

آجکل جاپان میں مختلف ساخت اور وضع کا لباس رائج ہے۔ کاشتکار گرمی میں نیلے رنگ کا سنی یا سوتی پاؤں کے ٹخنوں تک لانبا پہنتے ہیں اور پاؤں میں ایک خاص قسم کا جوتہ جس کو "سندل" کہتے ہیں۔ یہ کھڑاؤوں سے بہت مشابہ ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ گھاس کا ہوتا ہے اور کھڑاؤں لکڑی کی۔ جاڑے میں ایک تنگ پاجامہ پہنتے ہیں اور ایک قسم کے پائتابے جن پر جوتہ اوپر سے باندھ لیا جاتا ہے۔ بارش میں سندل بھی لکڑی کے پہنے جاتے ہیں۔ سر عموماً برہنہ رہتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ایک بڑی سی گھاس کی ٹوپی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ اور پانی برستے میں کوٹ بھی گھاس ہی کا پہنتے ہیں۔



دہقانیوں کا برساتی لباس

ایک قسم کا چوغہ جس کو یہ "کموتو" کہتے ہیں۔ عورت مرد دونوں کا خاص لباس ہے۔ متمول اصحاب گرمی میں نفیس سے نفیس سوتی کپڑے کا کموتو بناتے ہیں اور سردی میں ریشمی۔ غربا رسن اور موٹے کپڑے پر گذارہ کرتے ہیں اس کی آستینیں بہت چوڑی ہوتی ہیں اور کہنی کے پاس جیبیں ہوتی ہیں جن میں رومال کی جگہ نرم کاغذ کا ٹکڑا رکھا رہتا ہے۔ تیوہار کے موقعوں پر پائجامہ اور کوٹ بھی پہنا جاتا ہے۔ فوجی آدمیوں کا پائجامہ ٹانگوں سے دونا طول میں ہوتا تھا۔ جو زمین پر لٹکا رہتا تھا اور جس میں الجھ کر گرنے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا۔ اور سر پہ ایک سیاہ چرمی ٹوپی ہوتی تھی۔ جو فیتے کے سہارے ٹھوڑی سے بندھی رہتی تھی۔ لیکن ۱۸۷۳ء سے اس لباس کی سخت ممانعت کر دی گئی۔ اور ملک کے جملہ ملازمت پیشہ لوگوں کو یورپین لباس کی تاکید کی گئی۔ بلکہ اب تو شاہ جاپان بھی اکثر یورپین لباس میں باہر آتے ہیں۔
جاپانی زنانہ لباس "موجی" سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک مستطیل کپڑا ہوتا ہے جو کمر کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔ جس کے اوپر نہایت چست چھوٹا کوٹ پہنا جاتا ہے۔ اس پیٹی کوٹ کے علاوہ اور سب کپڑے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے میں اس طرح سما جاتے ہیں۔ جیسے صندوق کے اندر صندوق رکھے جائیں۔ اس کے اوپر کموتو کو ایک ریشمی ٹپکہ سے جس کو "ہوسوادبی" کہتے ہیں۔ مضبوط کس لیتے ہیں اور پھر سب کے اوپر "ادبی" کا نمبر ہے۔ جو زنانہ لباس میں سب سے قیمتی اور نہایت ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ یہ ریشم یا زر بفت کا بارہ فٹ طویل اور تیس انچ عریض ٹکڑا ہوتا ہے۔ جس کو عرض کی جانب سے دوہرا کر کمر میں دو پھیر باندھتے ہیں۔ اور تہ کیا ہوا کنارا نیچے رکھتے ہیں۔ جو جیب کا کام دیتا ہے۔ اس کا ایک سرا زانو تک لیجا کر کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور باقی حصہ کمر میں کمان کی صورت باندھ لیا جاتا ہے۔ پیروں میں "ٹابی" (سفید بوٹ) پہنتے ہیں۔ جن کا تلا کپڑے کا ہوتا ہے۔ اور اوپر کا حصہ سفید ریشم کا۔
یہ لباس کیا بلحاظ خوبصورتی اور کیا بلحاظ آرام و ستر پوشی جیسا مفید ہے صاف ظاہر ہے۔ لیکن نہ معلوم موجودہ قیصرہ نے اپنے آبائی لباس پر یورپین پوشش کو کیوں ترجیح دی۔ اور سہیلیوں وغیرہ کو کیوں اس کی

تاکید کی۔ اضلاع متحدہ (امریکہ) کے پریسیڈنٹ کی بیوی اور دیگر امریکن خواتین نے اس قومی تبدیلی کی بڑی مخالفت کی۔ لیکن کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔

ٹوکیو کے ملٹری ہاسپٹل اسسٹنٹ ڈاکٹر "سین ٹاکیاگا" نے ایک جدول مستورات کے اخبار میں شایع کی ہے۔ جس میں یورپین لباس کا حفظان صحت۔ ساخت لاگت۔ پائداری اور تغیر کے لحاظ سے مقابلہ کرکے جاپانی لباس کو ہر پہلو سے زیادہ مفید اور مناسب ثابت کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں تغیر سے یہ مراد ہے۔ کہ آیا ذرا سی تبدیلی کے بعد ماں کے کپڑے بیٹی۔ بھائی کے کپڑے بہن اور مرد کے کپڑے عورت کے کام آسکتے ہیں۔ یا نہیں۔ جدول درج ذیل ہے:۔

متوسط الحال اور اعلیٰ طبقات کا لباس

	مردانہ		زنانہ	
	جاپانی	یورپین	جاپانی	یورپین
کیا اس سے انسان کی قدرتی شکل بگڑ جاتی ہے۔	نہیں	نہیں	نہیں	ہاں
گرمی سردی کی مناسبت کرنی میں یہ آسان ہے یا مشکل۔	آسان	مشکل	آسان	مشکل
اس لباس میں ورزش آسان ہے یا مشکل۔	مشکل	آسان	آسان	مشکل
گرمی میں اس کا کیا خواص ہے؟	سرد	گرم	سرد	گرم
سردی میں کیا خاصیت ہے؟	گرم	سرد	گرم	سرد
بارش کا آسانی سے مقابلہ کرسکتا ہے یا نہیں	مشکل	آسان	آسان	مشکل
پہننے والے کو سردی کا اندیشہ ہے یا نہیں؟	نہیں	ہاں	نہیں	ہاں
جاپانیوں کے لئے خوبصورتی کے لحاظ سے یہ کیسا ہے؟	عمدہ	خراب	نہایت عمدہ	متوسط
بناوٹ	تھوڑی	بہت	تھوڑی	بہت
کپڑا	سادی	سادی	گراں	ارزاں

	مردانہ		زنانہ	
	جاپانی	یورپین	جاپانی	یورپین
پائداری	قلیل	طویل	قلیل	طویل
تغیر	آسان	مشکل	آسان	مشکل

پائداری کے لحاظ سے اکثر جاپانی ڈاکٹر مذکور کی رائے سے خلاف ہیں۔ بلکہ بعض یورپین بھی مخالفت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مذکور کی رائے میں بہترین لباس حسب ذیل ہیں:-

کاروباری لباس	مردانہ	یورپین
	زنانہ	جاپانی
فرصت کے وقت کا لباس	مردانہ	〃
	زنانہ	〃
رات کا لباس	مردانہ	〃
	زنانہ	〃
مریض کا لباس		〃
بچوں کا لباس	لڑکے	یورپین
	لڑکیاں	جاپانی
شیر خوار بچوں کا لباس		〃

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ڈاکٹر مذکور تمام امور کو مدنظر رکھ کر سوائے لڑکوں اور مردوں کے کاروباری لباس کے جاپانی لباس کو بہترین قسم میں سے بتاتا ہے۔ آخیر میں ڈاکٹر مذکور لکھتا ہے۔ کہ "ہمیں اپنے لباس میں ایسی اصلاح کرنا چاہئے۔ کہ اس کے نقائص کا تدارک ہو جائے۔ اور خوبصورتی میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اس اصلاح کے بعد یقین ہے کہ ہمارا لباس دنیا میں سب سے اچھا ہوگا۔"

آجکل گو جاپان میں حکام یورپین لباس پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاہم ابھی اس کا رواج بہت کم ہے۔ ٹوکیو میں ہزار میں دو ایک شخص ایسے ملیں گے۔ جو

یورپین لباس پہنتے ہوں۔ اور دیہات میں تو دس ہزار میں بھی ایک شخص مشکل سے نکلے گا۔

حکام کا اس سے خاص مقصد جاپان میں مغربی طرز معاشرت پھیلانے کا ہے جب لوگ لباس کے عادی ہو جائیں گے۔ تو خواہ مخواہ مغربی طرز کے مکانات و دیگر لوازمات مثلاً میز کرسی وغیرہ کی بھی ضرورت محسوس کرنے لگیں گے۔ جس سے تھوڑے عرصہ میں یہ بھی دوسرا یورپ بن جائے گا۔

جاپان کا عروسی لباس قابل دید ہے۔ عموماً عروس کو سفید یا عنابی لباس پہنایا جاتا ہے۔ سر برہنہ رہتا ہے بالوں کی لٹیں کاندھوں پر لٹکا دیجاتی ہیں۔ بعض مستورات گردن۔ کان اور چہرے وغیرہ کو سفید رنگتی ہیں اور لبوں کو سرخ کر لیتی ہیں۔ لیکن اب یہ رواج بہت کم ہوتا جاتا ہے۔ البتہ دیہات میں تو اب بھی زیادہ ہے۔ پنکھا ان کے یہاں نہایت ضروری اور لازمی چیز ہے۔ بغیر پنکھے کے کوئی متنفس خواہ مرد ہو یا عورت باہر نہیں نکلتا۔

جاپانی عورتیں سوتے وقت گردن کے نیچے لکڑی کا تکیہ رکھ لیتی ہیں۔ تاکہ سر کے بال نیچے لٹکتے رہیں۔ اور پٹی یا بناؤ سنگار میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ غرض یہ اپنے بالوں کو عیش و آرام سے زیادہ عزیز رکھتی ہیں۔ اور ان کے پیچھے اپنی راحت کو بھی تج دینے کی پرواہ نہیں کرتیں۔

چھٹا باب

جاپانی مکان

قدیم زمانہ میں جاپان میں مکان وغیرہ کچھ نہ تھے۔ لوگ غاروں میں رہتے تھے مکانوں کا آغاز ابھی تھوڑے ہی عرصہ سے ہوا ہے۔ وہ بھی تمام و کمال لکڑی کے۔ پہلے یہ مکان استصناؤ ہوتے تھے۔ کہ شاہی محل کو بھی ایک جھونپڑے سے زیادہ

ساتواں باب

غذا

قدیم جاپانیوں کی گذر زیادہ تر گوشت پر تھی۔ لیکن اس میں بتدریج کمی ہوتی گئی۔ اور نباتات کا استعمال بڑھتا گیا۔ جاپانی دن میں تین مرتبہ کھانا کھاتے ہیں۔ صبح دوپہر اور شام کو۔ اور تقریباً ہر وقت ایک ہی قسم کا کھانا ہوتا ہے۔ شہروں میں چاول کا استعمال کثرت سے ہے۔ اور دیہات میں گیہوں۔ جو اور خاص کر جوار باجرہ کا ان لوگوں کو چاول بہت کم میسر آتا ہے۔ اور سوائے تیوہار یا دعوت کے اور کبھی چاول کھانے کا بہت کم موقع آتا ہے۔ مولی کا عام طور پر رواج ہے۔ اور دسترخوان پر ہمیشہ اس کا اچار آتا ہے۔ ایک بات میں تو اب بھی اپنے پرانے طریق پر قایم ہیں۔ اور وہ یہ کہ دودھ مکھن کھانا تو درکنار چھوتے تک نہیں۔ سب دودھ بچھڑے کو پلا دیتے ہیں۔

جاپان میں گوشت کا استعمال اب بھی رائج ہے اور مچھلی و دیگر دریائی جانور تو غذا کا رکن رکین ہیں۔ بغیر مچھلی کے دسترخوان ہی خالی رہتا ہے۔ غرض بدھ لوگ بھیڑ و دیگر شکاری جانور حتیٰ کہ پرندہ اور مچھلی تک کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

اہل ہنود کی طرح جاپانی بھی علیحدہ علیحدہ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ اور اس وقت بھی عادت کے موافق اکڑوں بیٹھتے ہیں۔ ایک خوان یا تھالی میں کھانا سامنے رکھا ہوتا ہے اور عموماً پہلے یخنی پیتے ہیں۔ اور پھر چینیوں کی طرح چاپ اسٹکس (دو چھوٹی چھوٹی تیلیاں) سے کھانا شروع کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان لکڑیوں کو صرف ایک ہاتھ میں پکڑتے ہیں۔ جاپانیوں کو اس میں خاص مشق ہوتی ہے۔ کیا مجال کہ چاول کا ایک دانہ بھی نیچے گر پڑے۔ یخنی اور چاول کے علاوہ خوان میں مچھلی۔ مولی اور چند اور اشیاء ہوتی ہیں۔ اور کھانے کے بعد چاء ضرور پیتے ہیں۔ ساکی (چاول کی شراب) کا استعمال

ان کے یہاں قدیم الایام سے چلا آتا ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ اگستس نے سات پھن والے سانپ کو بھی مارنے سے پہلے ساکی پلا کر مخمور کر دیا تھا۔ ساکی سرخ شیرے سے بہت مشابہ ہے۔ اور گرم کر کے پی جاتی ہے۔ پہلے تو اس کا استعمال تیوہاروں اور دعوتوں تک محدود رہا۔ لیکن اب اس نے اس قدر ترقی کی ہے کہ شراب کا پینا بہادری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اور کیوٹو میں چند دلدادگان شراب نے ایک سوسائٹی بھی بنام "کیوٹو کا ساکی نومی کاکی" یعنے ساکی پینے والوں کی مجلس۔ قایم کی ہے۔ اس کی ممبری کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ کم سے کم ساکی کے تین "شہو" (ایک پیمانہ ڈھائی کوارٹ بوتل کے برابر) ہر ممبر کو ضرور پینا چاہیے۔ جس سے اس شرط کی تکمیل نہ ہو سکے۔ وہ داخل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ۳۰ ممبر اس شرط کو پورا کر چکے ہیں۔ اور اس سوسائیٹی کے رکن ممبر ہیں۔ لیکن ایک شخص نے ان کے بھی کان کاٹے۔ اور اس نے ان سب میں اپنے آپ کو اعلیٰ اور ممتاز ثابت کر کے دکھا دیا۔ سچ پوچھیے تو غضب کیا۔ کمبخت بلا تکلف آٹھ شہو (تقریباً ۲۰ کوارٹ بوتلیں) غٹا غٹ چڑھا گیا۔ سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ہیں۔ اور اس کی شرابخوری کا یہاں تک سکہ بیٹھا۔ کہ اب اسی کو سوسائیٹی کا پریزیڈنٹ بنانے کی تجویز ہو رہی ہے۔

آٹھواں باب

مہمان نوازی اور شادی

مہمان کی خاطر مدارات میں جاپانی اپنی جان تک سے دریغ نہیں کرتے۔ اور انواع واقسام کے تکلف کرتے ہیں۔ مہمان اگر مرد ہو تو بہت جھک کر سلام کرتا ہے اور پھر زانو پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ لیکن اگر عورت ہو۔ تو اکدم زمین پر گر پڑتی ہے گویا سجدہ

میں ہے - اور پھر ذیل کی گفتگو شروع ہوتی ہے "میں آپ کا اس مسرت کے لئے نہایت مشکور ہوں - جو مجھے آپ سے گذشتہ ملاقات میں حاصل ہوئی تھی" میں گذشتہ ملاقات پر اپنی بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں "!

"واہ - خوب ہوئی - الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے - البتہ مجھے اپنی بدتمیزی کی معافی مانگنا چاہیئے "!

"نہیں - یہ تو آپ کی کسر نفسی ہے - سچ پوچھئے - تو آپ ہی سے میں نے سب کچھ سیکھا ہے -

" واقعی یہ آپ کی بڑی عنایت ہے - کہ کفش خانہ کو سرفراز فرمایا -

" یہ تو آپ کی مہربانی ہے کہ مجھ سے نالائق کو آپ نے اپنے عشرت کدہ میں آنے دیا اثنائے گفتگو میں بہت جھک جھک کر سلام کرتے ہیں - اور جتنا زیادہ تکلف کیا جائے - اتنا ہی زیادہ خلوص و اتحاد ظاہر ہوتا ہے - میزبان ایسے موقعوں پر اپنے مہمان کی دلچسپی کے لئے چند چیزیں مثلاً مرقع تصاویر - یا اور کوئی دلکش چیز پیش کرتا ہے جس کو یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں - اور منتہائے مدارات سمجھتے ہیں - پھر کھانا شروع ہوتا ہے - لیکر (ایک خاص طلائی روغن کے خوان میں پر تکلف پیالوں میں یخنی اور مچھلیاں پیش کی جاتی ہیں - اس کے بعد بھنے ہوئے پرند - جنگلی مرغ - دم پخت کائی وغیرہ پیش ہوتے ہیں - اور سب کے آخر میں چھوٹے چھوٹے پیالوں میں جن میں بمشکل ایک چمچہ پانی سماتا ہو - ساکی آتی ہے -

یہاں تک تو کھانا عمدہ اور معقول ہوتا ہے - اب آگے سنئے - ان سب کے بعد ایسا کھانا پیش ہوتا ہے جس کو دیکھ کر مہمان بس بس کی صدائیں بلند کرتا ہے - یہ تاروں کے ڈھیر سے پر کچی مچھلیاں لگی ہوتی ہیں - اور ان کے ساتھ "سلاد" (کچے ساگ کا اچار) اور کئی قسم کی چٹنیاں بھی ہوتی ہیں - ان کی صورت ظاہرا تو دلفریب ہوتی ہے - مگر اتنی بدطعم اور بدمزہ ہوتی ہیں - کہ خدا کی پناہ - خیر اس کی تلافی نیم جوش انڈوں اور بھنے ہوئے گوشت سے کر دی جاتی ہے - اس کے بعد ناچ گانا و دیگر تعظیمی جلسے شروع ہوتے ہیں - غرض جاپانیوں پر مہمان نوازی کا خاتمہ ہے - مہمان کی خاطر مدارات میں حتے الامکان کوئی بات اٹھا نہیں رکھتے جس سے یہ کہنا کسی حد تک بیجا نہیں - کہ

جاپانی دراصل اپنے مہمان کے فدائی ہیں۔

شادی ہندؤوں کی طرح جاپانیوں کا بھی اعتقاد ہے۔ کہ مرنے کے بعد انسان کی راحت وخوشی کا انحصار اولاد نرینہ پر ہے۔ اگر کسی شخص کے مرتے کے وقت کوئی لڑکا پانی دینے والا نہ ہو۔ تو وہ ہمیشہ عقبیٰ میں بھوکا وپیاسا رہیگا۔ اسی اعتقاد نے ان کے دلوں میں یہاں تک گھر کیا ہے کہ بعض لوگ محض اسی ضرورت سے شادی وبیاہ کرتے ہیں۔ البتہ یہ بات اچھی ہے۔ کہ بچپن میں شادی نہیں ہوتی۔ کم سے کم لڑکے کی عمر سولہ اور لڑکی کی تیرہ سال کی عمر ہونا چاہئے۔ جب لڑکا شادی کے قابل ہو جاتا ہے۔ تو والدین ایک شریف شخص کو مقرر کر کے لڑکی کی تلاش میں بھیجتے ہیں۔ لڑکی ملجانے کے بعد باہمی انتخاب کا ایک دن مقرر ہوتا ہے جس موقع پر دولھا دلہن صرف ایک دوسرے کو دیکھتے ہی نہیں۔ بلکہ گفتگو بھی کرتے ہیں۔ اگر دونوں میں سے کسی کو کچھ اعتراض نہ ہوا۔ اور نگاہیں لڑ گئیں۔ تو فبہا۔ ورنہ سب باتیں درہم برہم ہو جاتی ہیں۔ اور پھر دوسری لڑکی تلاش کی جاتی ہے۔ لیکن ایسا موقع بہت کم آتا ہے۔ کیونکہ والدین کی مرضی مقدم اور افضل ہوتی ہے۔ خصوصاً لڑکی تو کچھ بول ہی نہیں سکتی۔ ماں باپ کا اختیار ہے جس سے چاہیں۔ شادی کر دیں۔

جب انتخاب ہو جاتا ہے اور دونوں فریق پورے طور پر اطمینان کر لیتے ہیں۔ تو تحفہ تحائف شروع ہو جاتے ہیں۔ اور شادی کا دن مقرر کیا جاتا ہے۔ قدیم الایام میں جاپانی مستورات شادی کے وقت اپنے دانتوں کو سیاہ کر لیتی تھیں اور پہلا بچہ ہونے پر ابرو کا صفایا کر دیا کرتی تھیں۔ لیکن اب یہ رواج بالکل اٹھ گیا ہے۔ شاید دور ودراز کے دیہات میں ادنےٰ طبقہ کے لوگوں میں اب بھی اس قبیح رسم کے نشانات موجود ہوں۔ مگر شہروں میں تو کہیں نام نہیں۔

شادی کا لباس قرمزی رنگ کا ہوتا ہے۔ لیکن سپید زیادہ تر رائج ہے ان کے یہاں ماتمی لباس بھی سفید ہوتا ہے اور شادی کے دن دولھن کو سفید لباس اسلئے پہنایا جاتا ہے۔ کہ گویا وہ اپنے والدین کے یہاں سے مردہ ہو کر نکلی اور اب شوہر کے یہاں سے بھی مر کر ہی نکلے گی۔ لڑکی کی رخصت کے بعد

مکان کی بھی اسی طرح صفائی کی جاتی ہے۔ جیسے کہ مردہ لیجانے کے بعد۔

اس کے بعد دولہا کے یہاں دعوت کا سامان ہوتا ہے۔ اور اب خاص رسمیں شروع ہوتی ہیں۔ وہ یہ کہ دولہا دلھن ایک دوسرے کے ہاتھ سے شراب کے تین پیالوں میں سے تین تین گھونٹ پیتے ہیں اور پھر رنگین لباس پہنتے ہیں۔ اس کے بعد علیحدہ کمرے میں جاکر شراب کے اور نو پیالے پہلے کی طرح پیتے ہیں گویا اس طرح آپس میں وفاداری کا معاہدہ ہوتا ہے۔ پھر شادی کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور سرکاری طور پر شادی درج رجسٹر کی جاتی ہے۔

جاپان میں ادنیٰ درجہ کے لوگوں میں طلاق کا بہت رواج ہے۔ لیکن شرفا میں کم۔ یہاں طلاق کا طریق بہت سہل ہے اگر عورت چاہے تو عدالت کی معرفت حاصل کر تی ہے۔ "کانفوسشش" جو جاپان میں بہت بڑا مذہبی مصلح گذرا ہے۔ سات صورتوں میں طلاق کی اجازت دیتا ہے (۱) چوری (۲) کوڑھ (۳) حسد (۴) بکواس (۵) لاولدی (۶) ساس سُسر کی نافرمانی۔ (۷) بد چلنی۔ لیکن عموماً ذرا ذرا سی باتوں پر جھٹ طلاق ہو جاتی ہے۔ ۱۸۸۸ء کے واقعات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید طلاق کا اتنا زور اور کسی ملک میں نہ ہوگا۔ یقینی ہر ۲ شادیوں میں ایک طلاق کی اوسط تھی۔

نواں باب

اولاد کی تربیت

جاپانی اپنی اولاد کا نام پیدائش سے ساتویں روز رکھتے ہیں۔ اور خاندانی نام عموماً پہاڑ۔ دریا۔ یا گاؤں کے نام پر ہوتا ہے۔ لڑکیوں کے نام کسی پھول وغیرہ کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ پورے ایک مہینہ بعد عقیقہ ہوتا ہے اور ماں بچہ کو مندر میں لیجاکر

ترقی عمر کی دعا کرتی ہے۔ یہ طریق ہندوستانیوں میں بھی رائج ہے۔

جب جاپانی بچہ چار ماہ کا ہوتا ہے۔ تو اس کو لباس پہناتے ہیں۔ جس پر کچھوے وغیرہ کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ ان تصویروں کے متعلق ان کے یہاں عجیب باطل پرستی ہے ان کا اعتقاد ہے کہ بچہ کے کپڑے پر ان کے ہونے سے اس کی عمر دراز ہوتی ہے۔

گیارھویں مہینہ پر ایک رسم ادا ہوتی ہے اور اب کے بھی سر منڈایا جاتا ہے۔ لیکن متعدد چوٹیاں چھوڑ دی جاتی ہیں۔

جاپانیوں کے گھٹنے اندر کی جانب مڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس کی کوئی وجہ سوائے اس کے سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ بچوں کو گود میں لے کر چلنے کا طریق یہ بات پیدا کر دیتا ہے۔ بچوں کی مائیں باہر جاتے وقت بچہ کی پیٹھ اور سینے میں کپڑا لپیٹ کر اپنی پیٹھ پر باندھ لیتی ہیں۔ اور اس طرح بچے کے گھٹنے خوب اندر کو دب جاتے ہیں۔ چونکہ اس عمر میں اعضاء نہایت ملائم ہوتے ہیں۔ ہمیشہ دبے رہنے سے ویسے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

جاپانی مائیں ۵ سال تک اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں۔ اس قدر طویل عرصہ تک دودھ پلانے کی شاید ایک وجہ یہ بھی ہو۔ کہ جاپان میں بچوں کے لئے کوئی غذا نہیں فراہم ہو سکتی۔ مویشی کے دودھ کا استعمال تو بالکل ہی نہیں۔ پھر بچہ کی پرورش کی سوائے ماں کے دودھ کے اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ جاپان نے اور سب باتوں میں تو ترقی کی اور مغربی تہذیب کے قدم بقدم چلا۔ لیکن مویشی کے دودھ کو نہ استعمال کرنے کے پرانے طریق کو نہ چھوڑا۔ حالانکہ سب سے پہلے اسی کو اختیار کرنا تھا۔

سولہ سال کی عمر میں لڑکا بالغ شمار کیا جاتا ہے۔ سر کے بالوں کی وضع بھی تبدیل کی جاتی ہے۔ اور بچپن کا نام بھی جوانی کے نام سے بدلا جاتا ہے والدین کی اطاعت اولاد کا پہلا فرض شمار کیا جاتا ہے۔ جس کی پابندی ہر گز نہیں ہوتی ہے۔ قدیم الایام میں تو یہاں تک تھا۔ کہ اگر کوئی شخص والدین کے ماتمی ایام کے اندر شادی کرے۔ تو قانوناً اس کو سوا تین ماہ کی سزا ہوتی تھی۔ اور اگر ماتم میں شرکت نہ کرے تو یہ میعاد ایک سال تک بڑھا دی جاتی تھی۔

دسواں باب

تمدنی حالت

جاپان میں پہلے بہت سی قومیں اور فرقے آباد تھے۔ جو سب حرفت کی بنا پر تھے۔ مذہبی تقدس یا اعزاز کا کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ ان سب میں معزز و ممتاز قوم شمورائے تھی۔ سما بمعنی آقا۔ اور رائے ایک معزز خطاب۔ یہ لوگ دو تلواریں باندھتے تھے۔ اور ہر طرح کے ٹیکس وغیرہ سے مستثنیٰ تھے۔ نیز گورنمنٹ میں بھی ان کا زیادہ رسوخ تھا۔ اور عموماً اعلیٰ عہدے بھی ان ہی کے لئے تھے۔ لیکن اصل میں یہ ایک جنگجو اور بہادر قوم تھی۔

جاپان سے اصلی باشندوں کے نکالنے یا حملہ آوروں کے روکنے کے لئے جو فوج تیار کی گئی تھی۔ اس میں ہر خاندان کا ایک بزرگ شخص افسر مقرر کیا گیا۔ اور ان افسروں کو ڈلمس کہتے تھے۔ غرض رفتہ رفتہ یہ بہت خود مختار ہوتے گئے۔ اور سب پر ان کی حکومت کا سکہ بیٹھ گیا۔ ان کے فوجی ملازمین سمادری کے نام سے مشہور رہے۔

اُس زمانہ میں اس قوم کے تقریباً ۴ لاکھ خاندان تھے۔ لیکن ان کی بڑی تعداد محض بیکار تھی۔ جن کو کوئی کام سوائے اپنے آقا کی اطاعت کے نہ تھا۔ جن کے لئے وہ کسی وقت اپنی جان تک دینے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ اہل حرفہ ان کی نظروں میں بہت ذلیل تھے۔ اور خصوصاً دوکانداروں کی تو کوئی ہستی ہی نہ تھی۔

سوائے عیش و آرام کے اگر کوئی کام اس قوم کے متعلق تھا۔ تو محض لڑائی کے وقت جان لڑانا۔ اور امن کی حالت میں آقاؤں کے مکان کی حفاظت و نگہبانی کرنا ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کی بڑی خرابی تھی۔ اور وہ ان کے ہاتھوں بڑے تنگ تھے کسی غریب کو ذراسی بے ادبی پر بھی جان سے مار ڈالنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ غرض عجب اندھیر مچا رکھا تھا۔ اور ہیو ملا دیگے نیست کو پورے پورے مصداق تھے ان میں ایک بات اور بھی عجیب تھی۔ کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک کوئی بغیر تلوار کے

گھر سے باہر قدم نہ رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ مدرسہ جاتے وقت طلباء بھی اس سے خالی نہ ہوتے تھے۔

کاشتکار سمورائی کے بعد کاشتکاروں کا نمبر تھا۔ لیکن یہ بیچارے بہت غریب اور مسکین تھے۔ کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ اپنے کام سے کام ان میں صرف بڑے بڑے زمینداروں کو تلوار باندھنے کی اجازت تھی۔ عوام الناس کی مجال نہ تھی۔ کہ یہ خیال بھی دل میں لائیں۔ تقریباً نصف پیداوار ڈیمیو کی نذر ہوتی تھی۔ جس سے بیماروں کو مفر ہی نہ تھا۔

دوکاندار اس قوم کے برابر تو اس زمانہ میں شاید ہی اور کوئی قوم ذلیل خیال کی جاتی ہو۔ اور سموری تو اس حد تک بدگمان تھے۔ کہ اگر کوئی باہر کے بیوپار کی عزت کرتا۔ تو اس کا بھی تحمل ان سے بمشکل ہوتا تھا۔

ایٹا کھال پکانا اور قبر کھودنا اس کا کام تھا۔ ان کا ایک خاص محلہ تھا جس میں سوائے ان کے اور کوئی نہ رہتا تھا۔ پھانسی کے میدان سے بھی یہی لوگ لاشیں لاکر ان کی تجہیز و تکفین کرتے تھے۔ اسی طرح ھینن ایک قوم تھی جو گداگری پر بسر کرتی تھی۔ لیکن وہ بھی مبتذل خیال کی جاتی تھی۔ ان کے پاس سے ہو کر گذرنا تک لوگوں کو ناگوار تھا۔ ان مبتذل قوموں کا آپس میں بھی اتحاد نہ تھا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ کا چھوا کبھی نہ کھاتے تھے۔ اور نہ ایک دوسرے کے یہاں آتے جاتے تھے۔

لیکن جاپان نے جہاں اور باتوں میں ترقی کی۔ وہاں یہ بھی کیا۔ کہ ان مبتذل قوموں کا ۱۸۷۱ء سے سرکاری طور پر آپس سے اختلاف اٹھا دیا۔ اور سب کو ایک کر دیا۔ اب مجال نہیں کہ ایٹا قوم کا کوئی شخص ھینن سے پرہیز کرے۔ یا کوئی اور شخص ھینن اقوام کا اپنے دیگر معاصرین کو ذلت کی نگاہ سے دیکھے اور ان سے کنارہ کشی کرے۔

گیارھواں باب

زبان اور علم ادب

یہاں کے قدیم باشندوں کی طرح زبان کا پتہ بھی پورے طور پر نہیں چلتا۔ البتہ واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاپانی دراصل شمالی چین اور سائبیریا کے باشندوں کی زبان کا مجموعہ ہے اور اب بھی نئی چیزوں کے نام کا چینی ہی سے استخراج کیا جاتا ہے۔ لیکن تلفظ میں اتنا فرق ہو گیا ہے۔ کہ چینی سے بالکل جدا معلوم ہوتے ہیں۔ لکھنے کا طریقہ جاپان میں ۲۸۴ئہ میں جاری ہوا۔ اور چونکہ یہ کوریا اور چین کے دیکھا دیکھی تھا۔ بلا تامل جاپانیوں نے ان ممالک کے رائج الوقت طریق کو فوراً اختیار کر لیا۔ اور الف۔ ب کی کتابیں سنسکرت طریق آ۔ آ۔ ای۔ ای پر مرتب کی گئی ہیں۔

جاپان کی سب سے پرانی کتاب کوجی کی ہے۔ جو ۷۱۲ء میں مرتب ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ چند کتابیں ساتویں صدی مسیحی میں بھی لکھی گئی تھیں۔ لیکن یہ محض خیال ہی خیال ہے اور اس کو شیخ چلّی کے ہوائی قلعوں سے زیادہ وقعت نہیں۔ کیونکہ کسی طرح ان کتابوں کا پتہ نہیں چلتا۔

کوجی کی سے کچھ دن بعد نہانجی لکھی گئی۔ اور ۷۶۰ئہ میں مانیا شو نامی منظوم کتاب جس سے ملک کے اندرونی حالات معلوم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ تصنیف ہوئی۔ پھر اس وقت سے جاپانی علم ادب نظم اور فسانہ میں ترقی کرتا گیا۔

ناول کی بھی جاپان میں بڑی قدر ہے۔ اور بکین بہت بڑا ناول نویس گذرا ہے۔ تقریباً ۲۹۰ ناول اسی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ جن میں ہکینڈن اتنا مقبول اور مشہور ہے۔ کہ ہر پڑھے لکھے شخص کو ازبر ہے۔ سچ پوچھئے۔ تو "اپا سونی"

نے جاپان میں بہت سی علمی خدمات انجام دیں۔ اور اسی کی بدولت جاپانی زبان کا بھی
تحریری زبانوں میں شمار ہونے لگا۔ سب سے پہلے فوشیمی میں ایک مطبع کی
سرپرستی کرکے کانفوسشش کی کتابیں شایع کیں اور لڑکوں کی تعلیم کے لئے

(جاپانی زبان میں مسیحی دعا)

مدرسے قایم کئے۔ لیکن چونکہ یہاں کی لکھائی اور چھپائی چینی ایڈو گراف کے طور پر ہے۔ اس میں معقول کامیابی نہ ہو سکی۔ اور آجکل بھی اسی سے بڑی دقت پیش آتی ہے۔ غور سے دیکھئے۔ تو واقعی ہے بھی مشکل۔ ہر چیز کے لئے ایک نشان ہے۔ بھلا کیسے اور کب تک یاد رہ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کانا مانزا کی بھرمار جو کہ تعداد میں بیس ہزار سے کم نہیں۔ اور جن میں کے صرف چار ہزار روزمرہ کے استعمال میں ہیں۔ چودہ پندرہ ہزار سے زاید کا نے جید علما کو بھی یاد نہیں ہوتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جاپانی طرز تحریر کس حد تک مشکل اور دقت طلب ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا۔ کہ اب تعلیم کو وسعت دی جائے۔ اور کسی خاندان یا گاؤں میں کوئی جاہل نہ رہنے پائے۔ اس تجویز پر بہت استقلال سے عملدر آمد ہوا۔ اور لگاتار کوششوں سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ جاپان کے ادنے طبقات کے لوگوں میں بھی شاذ و نادر ایسے لوگ ہونگے۔ جو معمولی طور پر لکھ پڑھ نہ سکتے ہوں۔

جاپان میں لڑکے کی بسم اللہ چھٹے سال کے چھٹے مہینے کے چھٹے دن بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے۔ لڑکے کے اعزا و احباب کا بہت بڑا مجمع ہوتا ہے اور جلسۂ عام میں معلم بسم اللہ شروع کراتا ہے۔ اس کے بعد تعلیم شروع ہوتی ہے۔ جس کی پانچ قسمیں ہیں۔ کنڈر گارٹن۔ ابتدائی سکول خاص سکول۔ ہائی سکول اور دار العلوم۔

کنڈر گارٹن (حدیقۃ الصبیان) تعلیم کی پہلی منزل ہے۔ اس میں عموماً کمسن بچے داخل ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت اس طریق سے بہت جلد ترقی کر جاتے ہیں۔ کنڈر گارٹن ایک قسم کی عملی تعلیم ہے۔ اس میں کتابوں کا بہت کم کام پڑتا ہے۔ سچ پوچھئے۔ تو یہ بچوں کے دلوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرنے کا بہت عمدہ ذریعہ ہے۔ مختلف قسم کے پھول پتے۔ درخت۔ پتھر جمع کر کے بچے کو دکھائے جاتے ہیں۔ اور اچھی طرح بچوں کے ذہن نشین کر دینے کے بعد پھر انہی اشیا کی نقل بنوائی جاتی ہے۔ اور اسی اثنا میں ریاضی۔ اور ہندسہ وغیرہ کی ضروریات ان کے ذہن نشین کر دی جاتی ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ بہت

تھوڑے عرصہ میں نہایت آسانی سے ایک مناسب حد تک تعلیم ہو جاتی ہے۔ کاش ہندوستان میں بھی یہ طریق ہوتا تو ہزار ہا طلباء کو امتحانات میں اس طرح ناکامی کیوں ہوتی۔ افسوس ہے کہ ایشیا کا جاپان جیسا چھوٹا جزیرہ تو ہر بات میں اتنی ترقی کر جائے۔ اور ہندوستان ایسے زرخیز ملک کی یہ حالت ہو۔

ابتدائی مدرسے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو معمولی اور دوسرے اعلیٰ درجہ کے۔ معمولی مدارس میں تعلیم کا کورس صرف ایک سال کا ہے۔ اور ہر طالب علم کے لئے سال میں ۲۲ ہفتے کی حاضری لازمی ہوتی ہے۔ ان میں معمولی نوشت وخواند۔ مضمون نویسی۔ ریاضی۔ ہندسہ۔ ڈرائنگ اور دیگر اخلاقی مضامین کی تعلیم ہوتی ہے۔ بعض میں گانا بھی سکھایا جاتا ہے۔

اعلیٰ قسم کے مدارس میں ۴ سال کا کورس ہے۔ ان میں تاریخ۔ جغرافیہ علم طبیعات۔ انگریزی اور زراعت وتجارت کے متعلق تعلیم ہوتی ہے۔ یہ سب مضامین اختیاری ہیں جس چیز کی طرف طالب علم کا میلان ہو۔ اس کی تعلیم شروع کرے۔ ابتدائی مدرسوں کی کل تعداد ۲۹۲۳۳ ہے۔ ان میں صرف ۲۳۵ پرائیویٹ ہیں۔ اور باقی سب فیس اور ٹیکس پر چلتے ہیں

یہاں مڈل سکول کی بھی دو قسمیں ہیں یعنے معمولی اور اعلیٰ۔

معمولی مڈل سکول میں داخلہ کے لئے طلباء کو ابتدائی مدارس کا کورس پاس کرنا یا اس کے برابر لیاقت پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کا کورس ۵ سال کا ہے۔ جس عرصہ میں جاپانی۔ چینی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ جرمنی۔ زراعت جغرافیہ تاریخ۔ ریاضی۔ علم حیوانات علم طبیعات وغیرہ مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان مدارس کا خاص مقصد یہ ہے۔ کہ نئی نسلوں کو عملی پیشوں کے لئے علمی طور پر تیار کرے۔ یا اعلیٰ تعلیمی انسٹیٹیوشنوں کے لئے لایق مدرس بہم پہنچائے۔ ان سب کا دارومدار اپنے فنڈوں اور مقامی ٹیکسوں پر ہے

اعلیٰ مڈل سکول امریکن یونیورسٹی کے اکیڈیمیکل ڈیپارٹمنٹ کے مطابق ہیں۔ اور ان میں داخلہ کے لئے مڈل سکول پاس ہونا۔ یا اس کے برابر لیاقت ظاہر کرنا لازمی ہے۔ طلباء کو ذاتی چال چلن کی عمدگی کے ثبوت

میں بھی اعلیٰ اسنادیں پہنچائی ہوتی ہیں۔ یہاں کا کورس صرف دو سال کا ہے
اور علاوہ اعلیٰ قسم کے تعلیمی مضامین کے لاطینی۔ علم حیوانات و نباتات۔
علم طبقات الارض۔ علم معدنیات۔ پیمائش۔ اور فلسفہ وغیرہ بھی پڑھائے
جاتے ہیں۔ ان میں طبی شاخ بھی لگی ہوئی رہے۔ اور بعض میں قانون۔ انجینیری وغیرہ بھی ایزاد کئے گئے ہیں۔

جاپان میں اعلیٰ قسم کے ۵ مڈل سکول ہیں جو ٹوکیو۔ سنیڈائی
اوساکا کانا گاوا۔ یوکاہاما۔ ناگوچی میں ہیں۔ گذشتہ مردم شماری میں ان مدارس
کا سالانہ خرچ تقریباً ۴۶۱۵۰ پونڈ تھا۔ جس میں کی نصف رقم مقامی ٹیکسوں
سے ادا کی جاتی ہے اور نصف تعلیمی فنڈوں سے۔ ۱۸۹۱ء میں مختلف
مدارس میں طلباء کی تعداد حسب ذیل تھی۔

قانون اور پالٹیکس کا کالج	۳۰۴
میڈیسن	۲۱۱
انجینیرنگ	۱۰۵
لٹریچر	۳۶
سائینس	۴۰

پروفیسروں اور معلموں کی تعداد ۱۲۰ کے قریب ہے۔ جس میں ۱۲
ممالک غیر کے ہیں۔

جاپانی مدبروں نے اپنی قوم کو تعلیم دینے کا بیڑا اٹھایا ہے اور
اس کی تکمیل کے لئے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ اور غیر معمولی
استقلال سے کام لے رہے ہیں۔

بارھواں باب

اخبار نویسی

جاپان میں پہلے کوئی اخبار کے نام تک سے واقف نہ تھا۔ البتہ بڑی بڑی باتوں قتل۔ چوری وغیرہ کی منادی ہو جاتی تھی۔ سب سے پہلے ۱۸۷۱ء میں ایک تختہ فلسکیپ پر ایک اخبار نکلا۔ مگر یہ اخبار کیا تھا۔ اخبارات کا تمسخر تھا۔ ۱۸۷۲ء میں مسٹر جان بلیک نے واقعی جیسا کہ چاہئے تھا ویسا اخبار نکالا اور اپنے زور قلم سے پبلک کو بہت فایدہ پہنچایا۔ پھر تو رفتہ رفتہ اخبارات کا سیلاب امنڈ آیا۔ اور ہر طرف سے حشرات الارض کی طرح اخبار ہی اخبار نکل پڑے۔ ۱۸۸۹ء میں جاپان کے کل اخبارات و رسالہ جات کی تعداد ۶۴۸ کے قریب تھی۔ صرف ٹوکیو میں سے ۱۷۔ اخبار روزانہ نکلتے ہیں۔ جن کی مجموعی ماہوار اشاعت ۲۹۔ لاکھ ۶ ہزار ہے۔ گو جاپان میں اخبارات کی اشاعت یورپین پرچوں کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں رکھتی تاہم بہ نسبت ہندوستان کے بہت زیادہ ترقی پر ہے۔ کیونکہ یہاں کے اکثر اخبارات کی اشاعت آٹھ نو ہزار سے متجاوز ہے۔ اور ہندوستان میں جو اردو کے کثیر الاشاعت اخبار ہیں۔ ان کی بھی اس قدر اشاعت نہیں ہے۔

یہاں کے اخبار بھی عجیب قسم اور نئے طرز کے ہوتے ہیں۔ ان کے کالم صفحہ کے صرف نصف طول تک پہنچتے ہیں۔ اور کسی مضمون میں سُرخی۔ یا عنوان کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اکثر تصاویر کے معمولی خاکے بھی طبع کئے جاتے ہیں اور اشتہارات بھی۔ لیکن اشتہاروں کی اجرت بہت گراں ہے اور اخبار کی قیمت بہت سستی۔ یعنی عموماً ایک سے دو سینٹ

کے درمیان تک ہوتی ہے۔ اور ماہوار قیمت ۵ ۲ سے ۲۵ سے ۵۰ سنٹ تک۔
یورپ کی طرح یہاں بھی بازاروں میں اخبار فروخت ہوتے ہیں۔ لیکن نرالے ڈھنگ سے۔ ایک ادھیڑ آدمی یا لڑکا میلے کچیلے کپڑے پہنے بعض اخباروں کی پوٹلی دبائے بازاروں میں دوڑتا پھرتا ہے۔ کمر میں گھنٹی بندھی ہوتی ہے جس کی آواز سے لوگوں کو عام طور پر بغیر اس کے چلائے پکارے اطلاع ہو جاتی ہے۔
جاپان بھر میں سربرآوردہ اخبار ٹوکیو کا "نشی نشی شمبن" ہے جس کا طرز انگلستان کے اخبار ڈیلی نیوز سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا ایڈیٹر اور حصہ دار مالک ایک اعلیٰ پایہ کا پولیٹیکل شخص مسٹر این ہیکی ہے۔ یہ انگریزی زبان سہولت کے ساتھ بول سکتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا یورپ میں بھی گیا تھا۔ جہاں سے واپس آکر اس نے اپنے اخبار میں بہت کچھ تغیر کیا۔ اور اپنے ناظرین کو بالکل نئی قسم کے مضامین پیش کرنے لگا۔ بہت عرصہ تک یہ اخبار جاپانی گورنمنٹ کا دست و زبان رہا۔ اور سرکار سے اس کو ایک معقول امداد ملتی رہی۔ گو اب گورنمنٹ میں اس کا وہ پہلا سا زور شور نہیں رہا۔ تاہم یہ بہ نسبت اور اخبارات کے اب بھی معزز و ممتاز ہے اس کے بعد "جیجی شمپو" کا نمبر ہے۔ اور یہ انگلستان کے اخبار ٹائمز سے مناسبت رکھتا ہے۔ اڈیٹر مسٹر فوکوزاوا ایک آزاد خیال کا آدمی ہے۔ اور سب سے پہلے ممالک غیر کی تاریخوں۔ جغرافیہ اور فلسفہ وغیرہ کا اسی نے جاپانی میں ترجمہ کیا۔ پہلے یہ کسی پرائیویٹ سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ لیکن اس کی منچلی طبیعت اور وسیع معلومات نے اس کو نچلا نہ بیٹھنے دیا۔ اور یہ اپنی آزاد آراء کا اظہار اس پرچہ کے ذریعہ کرنے لگا۔ یہ ہمیشہ شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ پکانے میں مصروف رہتا ہے۔ اور ملک میں اصلاح کے عجیب عجیب طریقے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مالی اصلاح کے متعلق اس کی رائے تھی۔ کہ جملہ عہدہ داران گورنمنٹ کی نصف تنخواہیں ضبط کر لی جائیں۔ جس پر اگر عملدرآمد ہو جاتا۔ تو ملک میں سخت بدامنی پھیل جاتی۔

جی شی ٹمپس بھی جاپانی اخبارات میں کچھ کم ممتاز نہیں - یہ پرچہ بہت سوچ
سمجھ کر مضامین لکھتا ہے اور کبھی اس قسم کی کوئی بات اس میں شایع نہیں ہوتی
جس سے پبلک میں کسی قسم کا جوش پھیل سکے - مسٹر بابو کا اس کے ایڈیٹر ہیں -
جن کو پولیٹیکل معاملات میں عمدہ تجربہ ہے - اور جاپانی گورنمنٹ و دیگر کاروبار سے
بھی اچھی طرح واقف ہیں -

جاپان سے ایک جاپان میل روزانہ انگریزی اخبار بھی کپتان الیف -
برنکلے آر کی اڈیٹری اور پروپرائیٹری میں شایع ہوتا ہے - یہ آئرلینڈ کا ایک
نہایت زندہ دل - نیک اندیش شخص ہے - یہ جاپان کی خدمت کو ہر طرح سے
مستعد و تیار ہے - کپتان برنکلے پہلے جاپان کے بحری صیغہ میں ملازم تھا - اور
کچھ عرصہ تک ایک انجنیری کالج کا پروفیسر بھی رہا - ۱۸۸۱ء میں جاپان میل
کے مالک نے اپنے کارخانہ کو اس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا - اور اس وقت سے
اس پرچہ نے اس قابل شخص کی اڈیٹری میں اتنی ترقی کی - کہ محتاج بیان نہیں
خود جاپانی اخبار اس کے رسوخ اور معاملہ فہمی کا لوہا مانے ہوئے ہیں - جاپان کے
باشندے اور معززین اس کو بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں - اور
بڑی قدر کرتے ہیں -

جاپانی اخبارات کے چھاپنے میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں - کیونکہ جیسا
اوپر بیان ہو چکا ہے - یہاں کا طرز تحریر چینی ایڈوگراف کی طرح ہے یعنے
ہر چیز کے لئے ایک نشان ہے - اور پھر ہزاروں کا نے - جن کے امتیاز کے
لئے کمپازیٹر کو خاصہ عالم ہونا چاہئے - کیونکہ سمجھیگا نہیں تو ملائیگا کیا - کمرہ میں
ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹائپ کے بڑے بڑے خانے کتب
خانہ کی طرح کھڑے ہوتے ہیں - خانوں کے درمیان میں گذرنے کے لئے چار فیٹ
کا فصل ہوتا ہے - اور ٹائپ جوڑنے والا بالکل کنارے پر بیٹھتا ہے - اعلا
درجہ کے اخباری ملازمین کی تعداد حسب ذیل ہوتی ہے :-

سب اڈیٹر ۵ - پروف پڑھنے والے ۴ - ٹرنسلیٹر ۱ - رپورٹر ۱۲ - کمپازیٹر
۴ - پریس روم میں ۱۲ ملازم ہوتے ہیں - اور کچھ ادنے ملازمین بھی - مثلاً

پرچے تقسیم کر دیا ہے وغیرہ۔ غرض کل ادنے ملازمین کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز نہیں ہوتی۔

جاپان میں رپورٹر قابل اعتماد نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ اڈیٹر تو کھلم کھلا کہتے ہیں۔ کہ یہ لوگ اپنی کارگذاری دکھانے کے لئے اکثر غلط خبریں فراہم کرتے ہیں۔ وہ باینہمہ تیس چالیس روپے ماہوار سے زیادہ نہیں پیدا کر سکتے۔ رپورٹروں کی غلط بیانی کا اس واقعہ سے کافی ثبوت ملسکتا ہے کہ صوبہ بنگو کے ایک چھوٹے سے کوہ آتش فشاں کے پھوٹنے کے حالات اس تفصیل اور طوالت سے لکھے۔ کہ خدا کی پناہ۔ اور سب بناوٹی باتیں۔ ممالک غیر کے اخبارات نے بھی اس واقعہ کو بجنسہ اپنے پرچوں میں درج کر دیا۔ لیکن بعد کو جب حقیقت کھلی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات رپورٹروں کی مہربانی سے رائی کا پہاڑ بنایا گیا تھا۔

ان کے مقامی نامہ نگاروں کا کوئی وجود نہیں اور ممالک غیر میں تو کہیں نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا۔ البتہ ضرورت کے وقت خاص طور پر کچھ لوگ مقرر کر لئے جاتے ہیں۔ تار برقی کے لئے ایک ایجنٹ ہوتا ہے جو تھوڑی بہت خبریں بھیجتا رہتا ہے۔ لیکن یہ خبریں یہاں چنداں ضروری خیال نہیں کی جاتیں۔ جاپانیوں کی منچلی طبایع کو دیکھتے ہوئے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ بہت جلد یہاں کی اخبار نویسی یورپ کے قدم بقدم ہو جائیگی۔

تیرھواں باب

صنعت وحرفت

زراعت کاشتکاری یہاں کی خاص حرفت ہے۔ علاوہ وادیوں کے بعض بعض جگہ پہاڑوں پر بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہندوستان کی طرح

یہاں بھی تالاب وغیرہ کاشت کی ضرورت سے کھودے جاتے ہیں یا چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی جاتی ہیں۔ آرٹی زی ان جاپانیوں کا بھی عام رواج ہے جن کے متعلق آگاہی ناظرین کے لئے ایک نسبتاً مختصراً

ریشم ابتدائی زمانہ میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ جاپان میں ریشم کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ پہلے پہلے یہ چوتھی صدی میں چین سے لایا گیا۔ اور اب تو اتنی ترقی پر ہے کہ ریشم جاپان کی اشیاء برآمدہ کی خاص چیز ہے اور مختلف صورتوں میں ممالک غیر کو بھیجا جاتا ہے۔ مثلاً کچا ریشم۔ تاگا اور رومال وغیرہ۔

لیکر یہ ایک قسم کا سنہری وارنش ہوتا ہے۔ جو لکڑی۔ کاغذ۔ تانبا۔ پیتل اور لوہا وغیرہ سب چیزوں پر چڑھ سکتا ہے۔ انگریزی میں اس کو جاپانی وارنش کہتے ہیں۔ یہ وارنش ایک قسم کے درخت کے رس سے جس کو لیکر کہتے ہیں تیار کیا جاتا ہے۔ کاریگروں کو اس کام پر بہت جانفشانی کرنا پڑتی ہے۔ لیکن معمولی چیزیں کم محنت اور تھوڑے ہی عرصہ میں تیار ہو جاتی ہیں۔ البتہ قیمتی اور نفیس اشیاء میں کئی ہاتھ اس کے پھیرنا پڑتے ہیں۔ جس میں وقت بھی بہت لگتا ہے۔ لیکر کا وارنش ایک خاص قوم جمع کرتی ہے۔ جس کا گذر اوقات اسی پر ہے۔ اس قوم کے سوا کسی کو اس کی اجازت نہیں۔ جاپانی لیکر کئے ہوئے برتن عام طور پر روزمرہ استعمال کرتے ہیں اور معمولی درجہ کے برتن سستے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن نفیس قسم کی قیمت ہزاروں روپے تک پہنچ جاتی ہے

مٹی کے برتن قدیم الایام میں جاپان والے کچی مٹی کے برتن بناتے تھے۔ لیکن یہ خاص قسم کے مٹی کے برتن جن کے واسطے جاپان اب خاص طور پر مشہور ہے۔ سولھویں صدی سے بننا شروع ہوئے۔ پہلے پہل جاپانیوں نے یہ ہنر کوریا کے قیدیوں سے سیکھا تھا۔ اور انھوں نے چین سے حاصل کیا تھا۔ اور اب تو جاپان نے اس میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ مختلف صوبجات میں مختلف اقسام کے برتن بنائے جاتے ہیں اور طرح طرح کے رنگ روغن ایجاد کئے جاتے ہیں۔ بعض برتن بہت گراں فروخت ہوتے ہیں۔

نقاشی

اور فنون کی طرح نقاشی بھی جاپانیوں نے چین ہی سے حاصل کی۔ بلکہ اب تک چینی نمونوں پر یہاں کی نقاشی منحصر ہے۔ گو اب جاپانیوں کو فن مصوری میں زمانہ سلف کے نامور اساتذہ کے ہم پلہ قرار دینا کسی حد تک بیجا نہ ہوگا۔ چند سال ہوئے ٹوکیو میں ایک نئی تجویز پیش ہوئی۔ ایک کاریگر کو اینمل کی تصاویر بنانے کا شوق ہوا۔ اور لگاتار کوششوں کے بعد اس کو اس میں اتنی کامیابی ہوئی۔ کہ اپنی زمین پر مختلف قطعات ارضی۔ برفی منظر اور آرائشی پھول پتے دکھانے کے علاوہ۔ فاصلہ کی کمی بیشی اور دھوپ چھاؤں تک اس نے صاف طور پر اپنی تصاویر میں دکھائے۔

دھات کا کام

دیگر فنون مثلاً سنگ تراشی۔ نقاشی۔ کندن کاری وغیرہ کی طرح دھات کے کام میں بھی جاپانی کاریگری کی کامیابی اور ہونہاری کے آثار ہویدا ہیں۔ فن تصویر کی طرح اس کام میں بھی کسی زمانے میں بڑے بڑے جید استاد گذر چکے ہیں۔ لیکن ناقدری کا برا ہو۔ جب جاپانیوں کو تلوار اور زرہ کا شوق جاتا رہا۔ اس فن کو بھی زوال آگیا۔ اور اس کی ترقی کا میدان بہت محدود ہوگیا۔ قدیمی تلواروں پر بدری کام کی چھوٹی چھوٹی تصاویر ان لوگوں کے کمال کا بین ثبوت ہیں۔

لکڑی اور ہاتھی دانت

دھات کے مقابلہ میں لکڑی اور ہاتھی دانت پر نقاشی ابھی کچھ زندہ ہے۔ پچھلے زمانے میں بھی اس فن میں بڑے بڑے استاد گذرے ہیں۔ اور آجکل بھی موجود ہیں۔ اس کام کی بہت سی مقدار ممالک غیر کو بھیجی جاتی ہے۔ اور یوروپین احباب تو اس کے اسقدر دلدادہ ہیں۔ کہ خرید خرید کر اس کے انبار کے انبار لگا رہے ہیں۔ یہاں کی دکانوں میں ہاتھی دانت کی اشیاء سے سینکڑوں الماریاں بھری پڑی ہیں۔ لیکن یہ سب معمولی کام ہے۔ بعض اس سے سخت متنفر ہیں اور وہ بڑے استقلال سے نفاست پر مٹے ہوئے ہیں۔ ایسی چیزیں واقعی قابل خرید ہیں۔

چودھواں باب

چند جاپانی خصوصیات

خلق خلق اور ظاہرداری کا قدرت نے جاپانیوں پر خاتمہ کر دیا ہے۔ معمولی سلام ہی جب تک وہ رکوع میں نہ جائیں ادا نہیں ہوتا۔ اور پھر اتنا جھکنا کہ پیشانی زمین پر لگ جائے۔ تو نہایت تمیز میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہر شخص کوئی چیز دوسرے آدمی سے لیتے وقت جھک کر سلام کرتا ہے۔ اور پھر اس کی تعریف کرتا ہے۔ ماں باپ کا بھی اتنا ادب کیا جاتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ لڑکوں کی مجال نہیں۔ کہ بغیر والدین کی اجازت کے گھر سے باہر نکلیں۔ اور یا کوئی لفظ کام کر سکیں۔ اور جب ماں کہیں باہر سے گھر واپس آتی ہے۔ تو سب لڑکے نوکر صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اور اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ لیکن اب بعض لوگ یورپ کی تقلید میں اپنے قدیمی مراسم کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ اور ان کی تہذیب مغربی شائستگی سے تبدیل ہوتی جاتی ہے

مشاغل مشرقی اقوام میں جاپانیوں کے برابر شاید ہی کوئی اور قوم پھولوں کا اس قدر شوق رکھتی ہو۔ شام کے وقت بازاروں میں پھولوں کی دوکانیں خاص انتظام سے آراستہ کی جاتی ہیں۔ اور اعلیٰ سے لے کر ادنےٰ تک ہر شخص بڑے شوق سے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر پھولوں کو خریدتا ہے۔ پھولوں کے لئے ان کا عشق یہاں تک ترقی کر گیا ہے۔ کہ اگر کسی مقام پر کوئی خوشنما پھول کھلے۔ تو ہر شخص جو اس مقام

پر جا سکتا ہے۔ جا کر بڑے شوق سے اس کھیل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور خوش ہوتا ہے۔ جاپانی تاش اور شطرنج بھی بالعموم کھیلتے ہیں۔ اور کشتی کا بھی عام شوق ہے۔

جاپانیوں کی تفریحات کا کچھ حصہ چائے خانوں میں بھی ہوتا ہے۔ ٹوکیو میں اس قسم کے سینکڑوں چائے خانے ہیں اور عموماً جنٹلمین شام کو سیر و تفریح کے خیال سے یہاں جاتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کے چائے خانوں میں صرف روٹی اور چائے ملتی ہے لیکن اعلیٰ درجہ والوں میں ہر چیز مناسب وقت تیار رہتی ہے۔ اعلیٰ قسم کے چائے خانوں کی تعداد ایک درجن سے زاید نہیں۔ ہمانویا اور ہیرانؔ یہاں دو مشہور چائے خانے بالکل ریلوے سٹیشن کے قریب ہیں۔ ایک تنگ گلی میں واقع ہیں۔ جس کے باعث اجنبیوں کا گذر ان تک خالی از دقت نہیں رہنمائی کے لئے سائین بورڈ وغیرہ کی قسم سے کوئی چیز نہیں۔ البتہ ان کے دروازوں پر ایک ایک کاغذی لالٹین تو ضرور لٹکتی ہوتی ہے۔ جس پر سوائے اس کے کہ "یہاں شام کا کھانا مل سکتا ہے" اور کوئی بات نہیں لکھی ہوتی۔

گیشا جاپان میں ناچنے گانے والی عورتوں کو گیشا کہتے ہیں۔ ایسی لڑکیاں چودہ پندرہ سال کے سن میں فروخت کی جاتی ہیں۔ اور ان کا آقا بہت جلد ان کو موسیقی میں طاق کر کے معقول رقمیں کمانے لگتا ہے۔ ان لڑکیوں کی بڑی دلجوئی کی جاتی ہے۔ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے پاتی۔ اچھے سے اچھا کھانا۔ اور اچھے سے اچھا کپڑا ملتا ہے۔ اور نازبرداری کی جاتی ہے۔ ایسی لڑکیوں کے آقاؤں کو بہ نسبت ان کے والدین کے زیادہ رقمیں ملتی ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ والدین کو ۴۰۔۵۰ ڈالر دے کر لڑکیوں کو خریدتے ہیں۔ اور ان کو تعلیم دیکر پھر ان کے ذریعے ہزاروں کماتے ہیں۔

یوشیوارہ یوشیوارہ کے لغوی معنے "گھاس....کے میدان" کے ہیں۔ ۱۸۵۹ء میں یہ مقام شہر کی عورتوں کا مسکن تھا۔ مگر بیس سال ہوئے کہ حکام نے قحبہ خانوں کے انسداد اور ان کے اس جگہ محدود کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اب اس لفظ کے معنے چکلے کے

ہو گئے۔ جاپان میں جس مقام پر رنڈیاں رہتی ہیں۔ اس کو یوشیوارہ کہتے ہیں۔ ٹوکیو میں چھ قحبہ خانے ہیں۔ لیکن اب اسجگہ جس کا ذکر کیا جاتا ہے اسی کو یوشیوارہ کہتے ہیں۔ اور یہ جدید قحبہ خانہ ہے۔ یہاں کی عورتوں کو گورنمنٹ سے خاص لائیسنس حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اور طبی معائنہ بھی باوقات معین ہوتا ہے۔ ان کی آمدنی پر بھی ٹیکس ہے۔ اور اس قسم کی عورتیں زیادہ تر اسی جگہ رہتی ہیں۔ لیکن یہاں بود و باش اختیار کرنے سے پہلے ان کو ایک دفتر میں لے جاکر رجسٹر میں درج کیا جاتا ہے جس کا نام دفتر سیسوا ہے۔ اس دفتر میں دس بارہ محرر ہیں اور دو افسر۔ یہاں والدین خود اپنی لڑکیوں کو لاکر درج رجسٹر کراجاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر والدین سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ چکلہ کا محافظ ان کا مالک ہو جاتا ہے جو والدین کو درج رجسٹر کراتے وقت تیس چالیس ڈالر اور بعض حالتوں میں ایک ایک سو ڈالر لڑکی کی قیمت میں ادا کردیتا ہے۔ ہر دوشنبہ کو ان کا طبی معائنہ ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ذرا بھی مشتبہ ہو تو فوراً ہسپتال بھیجدی جاتی ہے۔
یوشیوارہ میں داخل ہوتے وقت بھی طبی معائنہ سے ان کی عمر کی تصدیق کی جاتی ہے اور سولہ سال سے کم کی لڑکی داخل نہیں ہونے پاتی۔ اہالیان محلہ کو بھی عمر کی تصدیق کرنا پڑتی ہے اور رجسٹر میں لڑکی کے یہ پیشہ اختیار کرنے کی وجہ بھی درج کرانا پڑتی ہے۔

مردہ سے سلوک بدھ مندروں کے قریب عموماً مردے دفن کئے جاتے ہیں۔ مرنے سے ۲۴ گھنٹے بعد مردہ کو ایک گول صندق میں تکیہ کے سہارے بٹھا دیتے ہیں۔ اور اس تکیہ میں چار کے پتے بھرتے ہیں۔ قبر پر ایک کتبہ لگا دیتے ہیں۔ جسپر تاریخ وفات کندہ ہوتی ہے۔

بدھ مذہب کے ساتھ ساتھ جاپان میں مردہ جلانے کا طریق بھی رائج ہوا۔ اور گو بعض معزز طبقات میں بھی اس کی تقلید کی گئی۔ تاہم اس رسم کو پورے طور پر کامیابی نہ ہوسکی۔ اور سنہ ۱۶۵۴ کے بعد تو کسی فرمانروا کی لاش نہ جلائی گئی۔

چینیوں کی طرح جاپانی بھی عزاداری کے عجیب سخت قواعد مدنظر رکھتے

ہیں۔ عموماً داری میں دو باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک تو ماتمی لباس پہننا اور دوسرے کسی جاندار کے گوشت سے احتراز کرنا۔ ماتم کرنے کی مدتیں حسب مراتب مردہ کے ہوا کرتی ہیں۔ جن میں کی بعض یہاں درج کی جاتی ہے:-

	ماتمی لباس پہننے کی مدت	گوشت سے محترز رہنے کی مدت
دادا پردادا	۱۵۰ دن	۳۰ دن
والدین	۱۳ ماہ	۵۰ دن
خاوند	۱۳ ماہ	۵۰ دن
بیوی	۹۰ دن	۲۰ دن
بھائی بہنیں	۹۰ دن	۲۰ دن
بڑا بیٹا	۹۰ دن	۲۰ دن
بچے وغیرہ	۳۰ دن	۱۰ دن

باب پندرھواں

گورنمنٹ

جاپان میں قدیم الایام سے شخصی سلطنت رہی ہے۔ اور اس زمانہ میں خدا کے بعد بس بادشاہ ہی کا درجہ تھا۔ ہر شخص کو سر اطاعت خم کرنا پڑتا تھا اور ہر معاملہ میں بادشاہ کی رائے آخری فیصلہ متصور ہوتی تھی۔ بادشاہ کی جانشینی کے لئے بھی کوئی خاص قاعدہ نہ تھا۔ اپنی حیات میں جس کو وہ ولیعہد کر لیتا۔ کر سکتا تھا۔ کسی کو اس میں ذرا بھی مخالفت نہ ہوتی تھی۔ عموماً ولیعہدی کے لئے بادشاہ اپنی اولاد میں سے کسی کو منتخب کرتا تھا۔ اور اگر اولاد نہ ہوتی۔ تو متبنی کر کے کوئی شخص بادشاہ کی حیات ہی میں نامزد کر دیا جاتا تھا۔ کیونکہ بعد مرنے کے انتخاب میں

بڑے جھگڑے پڑتے تھے۔ اور ان حالتوں میں انتخاب درباری امراء کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ جاپان میں ایک عجیب رسم اور تھی۔ کہ بادشاہ کے مرنے کے بعد دارالخلافت بھی فوراً تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ اور نیا بادشاہ ایک نئے مقام پر پایہ تخت قرار دیتا تھا۔ اسی دستور کے مطابق سنہ ۷۹۴ء میں شہنشاہ کماؤ نے کیوتو کو پایہ تخت بنایا۔ اور اس کا نام تبدیل کر کے میاکو رکھا۔ محلات و دربارات بھی بنائے گئے۔ غرض تھوڑے عرصہ میں یہ ایک بڑا مقام ہو گیا۔ اور سنہ ۱۸۶۸ تک یہی پایہ تخت رہا۔

گیارھویں اور بارھویں صدی کے درمیان دو شاہی خاندانوں یعنی مناٹومو اور ٹیرو میں لڑائی چھڑ گئی۔ جس کا انجام سنہ ۱۱۸۵ میں ٹیرو خاندان کی بربادی اور تباہی میں ہوا۔ اور اب زمام حکومت مناٹومو خاندان میں یاریٹومو نامی شخص کے ہاتھ میں آئی۔ اس سے پہلے جاپان کے فرمانروا کو میکاڈو کہتے تھے۔ لیکن اس نے اس لقب کو شوگن سے تبدیل کر دیا۔ جس کے معنی سپہ سالار کے ہیں۔ اصلی میکاڈو بادشاہ تو تقریباً معزول کر دیا گیا۔ اور غضب کا دھبہ مٹانے کے لئے بادشاہ کی دیوتا کی طرح پرستش شروع کر دی۔ لیکن اس کو بہت کم گھر سے باہر نکلنے دیتے تھے اور امور سلطنت میں بالکل مداخلت نہ کرنے دیتے تھے۔ خاندان شوگن کے ہاتھ میں سنہ ۱۱۹۰ء سے لے کر سنہ ۱۸۶۸ء تک حکومت رہی۔ اور ساڑھے چھ سال کے بعد پھر زمانے نے پلٹا کھایا۔

سب سے پہلے یورپین اقوام میں سے سنہ ۱۵۴۲ء میں ایک پرتگالی جاپان پہنچا۔ اور اس کے بعد ہسپینی اور ڈچ تجاروں نے بھی آمد و شد جاری کی۔ کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ بغیر روک ٹوک کے شروع رہا۔ لیکن پرتگالیوں کا ایک خط جو انہوں نے اپنے بادشاہ کو جاپان سے جنگ کے متعلق لکھا تھا۔ اتفاق سے جاپانیوں کے ہاتھ آ گیا۔ اور ڈچ لوگوں سے ترجمہ کرانے پر سب راز افشا ہو گیا اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ جاپان سے ممالک غیر کے سب لوگ بجز چینیوں اور ڈچوں کے نکال دئے گئے۔ اور نہ گو ڈچوں کا رسوخ اسوقت بڑھ گیا تھا۔ تاہم ان کو بڑی خوشامد سے رہنا پڑتا تھا۔ اور جزیرۂ ناگاسکی سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔

اسی جزیرے سے جاپان خاص میں جانے کے لئے ایک پل بنا ہوا تھا۔ جسپر ہر وقت جاپانی چوکی کا پہرہ رہتا تھا تاکہ کوئی ڈچ خفیہ طور سے نکل نہ جائے۔ رفتہ رفتہ ڈچوں کا اعتبار بڑھتا گیا۔ اور ان کی آمد و شد بھی زیادہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ ٹباویا سے آٹھ آٹھ جہاز آنے لگے۔ اور ایکمرتبہ خود ڈچ رزیڈنٹ مع قیمتی تحائف کے شوگن سے ملنے آیا۔ چینیوں کی آبادی بھی ناگاسکی ہی تک محدود تھی۔ اور کسی دوسرے بندر میں جانے کی اجازت نہ تھی۔

غرض دو صدیاں اسی طرح گذر گئیں۔ اور جاپان میں کسی غیر قوم کو آزادی سے آمد و شد کی اجازت نہ ہوئی۔ اہل امریکہ کو ان سے ہر وقت کام پڑتا تھا۔ کیونکہ ان کے جہاز چین کو اسی راستہ سے جاتے تھے۔ اور اگر اتفاق سے جاپان کے قریب کوئی جہاز تباہ ہو جاتا تھا۔ تو جاپانی لوٹ مار لیتے تھے۔ اور نیز راستہ میں کوئلہ دینے کے لئے جہاز ٹھیرانیکی بھی ضرورت ہوتی تھی۔ آخر ۱۸۵۳ء میں امریکہ کے پریزیڈنٹ نے کموڈور پیری نامی شخص کو ایک خط دیکر مع چار جنگی جہازوں کے مصالحت کی غرض سے بھیجا۔ اور یہ یڈو پہنچا۔ لیکن یہاں اس کے جہاز لنگر انداز نہ ہو سکے۔ اور اس کو ناگاسکی جانے کی ہدایت کی گئی۔ کیونکہ اجنبی اقوام وہیں ٹھیرائی جاتی تھیں پیری نے وہاں جانے سے انکار کیا جسپر ایک خاص افسر آکر پیری سے خط لے گیا اور یہ ایکسال بعد واپسی کا وعدہ کر کے امریکہ کو واپس ہو گیا۔

اس وقت سے جاپانیوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کہ اب غیر قوموں کی روک مشکل ہے۔ پجاریوں سے دعائیں منگوائی گئیں۔ لیکن سب بے سود۔ دوسرے سال حسب وعدہ پیری آٹھ جہاز لے کر وارد ہو گیا۔ جاپانیوں نے اب کے اس کی بڑی آو بھگت کی۔ اور اس نے ریل اور تار وغیرہ یہاں بنا کر ان لوگوں کو اور بھی خوش کیا۔ غرض تھوڑے ہی عرصہ میں پیری کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی معاہدہ طے پا گیا۔ اور دو بندروں میں ان کو آمد و شد کی اجازت ہوگئی۔ یہ دیکھ کر دیگر اقوام نے بھی قدم جمانا چاہے۔ اور ۱۸۵۸ء میں لارڈ الجن انگریزوں کے لئے حقوق حاصل کرنے کو وہاں پہنچا۔ اس کو بھی کامیابی ہوئی۔ اور ایک انگریزی سفیر پایہ تخت میں رہنے لگا۔

اس کے بعد یورپین تاجروں کا سیلاب منڈ آیا۔ اور تجارتی بندرگاہوں میں ہر طرف یہی نظر آنے لگے۔ جاپانی بھی ان سے با اخلاق پیش آتے لیکن سمورائی کو یہ لوگ ایک آن نہ بھاتے تھے۔ اور ان کی عین خوشی تھی۔ کہ کسی طرح ان کی آمد و شد بند ہو جائے۔ چنانچہ اس خیال سے وہ ان پر چھاپہ مارنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ ۱۸۶۱ء میں امریکن سفیر کے سکرٹری پر ہاتھ صاف کیا دوسرے سال ایک انگریز تاجر پر۔ اور ۱۸۶۳ء میں انگریزی سفیر کے محلات میں آگ لگا دی۔ لیکن یورپین اقوام نے ان کو بڑے استقلال سے برداشت کیا۔ اور اف تک نہ کی۔

جب ان کے بزدلانہ حملوں سے بھی یورپین اقوام کے قدم نہ اکھڑ سکے۔ تو سمورائی شوگن کے برخلاف ہو گئے۔ کہ اس نے ان لوگوں کو یہاں بود و باش کی کیوں اجازت دی۔ رفتہ رفتہ ایک عام جوش پھیل گیا۔ کہ شوگن کو ایسا کرنے کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ البتہ میکاڈو جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور یہ لوگ تو غاصب ہیں۔ ان کو امور سلطنت میں کیسے دخل ہو سکتا ہے۔ اس عرصہ میں شوگن کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جانشینی پر ایک بارہ سال کا لڑکا آیا۔ ایک منتظم مقرر کیا گیا جس کے مشورہ سے تمام کام انجام پاتے۔ لیکن لوگوں کی جوشیلی طبیعتوں نے اس منتظم کو بھی زندہ نہ رہنے دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور منتظم منتخب ہوا۔ اور خوش قسمتی سے اس کو امن قائم کرنے میں پوری کامیابی ہوئی۔ یورپین اقوام کے عہد نامہ پر میکاڈو کے بھی دستخط ہو گئے۔ اور عوام کا جوش فرو ہو گیا۔ ۱۸۶۶ء میں شوگن مر گیا اور اس کے جانشین نئے شوگن کیکی نے ابھی انتظام بھی شروع نہ کیا تھا۔ کہ دوسرے سال یعنی ۱۸۶۷ء میں میکاڈو نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اسکی جگہ اس کا بیٹا موت سوہتو موجودہ فرمانروا منتخب ہوا۔ اس عرصہ میں مغربی تہذیب اپنا کچھ رنگ جما چکی تھی۔ اور جاپانی بھی امریکہ وغیرہ میں جا کر وہاں کی شائستگی سے مستفید ہو چکے تھے۔ اب ان کو بیرونی تجارت کے فوائد معلوم ہونے۔ اور ایک ایسی گورنمنٹ کی ضرورت محسوس کرنے لگے کہ

جس کی بدولت وہ بھی غیر اقوام کے ہم پلہ ہو جائیں۔ غرض ایک معزز شخص نے جرات کر کے شوگن کو مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

"جاپان اسی حالت میں ترقی کر سکتا ہے۔ کہ یہاں باقاعدہ گورنمنٹ ہو۔ اور سب اختیار بادشاہ کے ہاتھ میں رہے۔ اور اسی حالت میں جاپان کی دیگر اقوام کی نظروں میں بھی کچھ وقعت ہوگی۔ بہتر ہوتا۔ کہ آپ سلطنت میکاڈو کے سپرد کر کے حق بحقدار رسانید کے مصداق ہوتے۔ اس میں ملک اور رعایا دونوں کی بہبودی ہے"

شوگن اس تحریر سے بہت متاثر ہوا۔ اور ذیل کا جواب اس شخص کو لکھا:۔

"گو میں وراثتاً سلطنت جاپان پر قابض ہوں۔ تاہم خدا لگتی بات کہنے میں مجھے کچھ پس و پیش نہیں۔ کیونکہ راستی موجب رضائے خداست۔ اس میں شک نہیں۔ کہ موجودہ طرز حکومت سے بہت سے نقصان پیدا ہو چکے ہیں۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جاپان میں دن رات خانگی فتنوں کا بازار گرم رہتا ہے۔ مجھے بھی اس بات کا پورے طور پر یقین ہو گیا ہے۔ کہ قواعد کی پابندی اسوقت تک بہت مشکل ہے جب تک کہ سلطنت کسی ایک شخص کے سپرد نہ کر دیجائے۔ اور ایسا شخص سوائے میکاڈو کے اور کون ہو سکتا ہے کیونکہ اگر دیکھا جائے۔ تو ملک درحقیقت اسی کا ہے اور وہی ہر طرح اس حکومت کا مستحق ہے۔ مجھے آپ کی رائے سے پورا اتفاق ہے۔ اور میکاڈو کو سلطنت سپرد کر دینے میں مجھے کوئی عذر نہیں"

شوگن کا استعفا منظور کیا گیا۔ اور سلطنت میکاڈو کے سپرد ہوئی۔ استعفا پر موت سوہٹو کے دستخط ثبت ہوئے۔ اور دنیا کے ہر حصہ میں یہ اعلان کر دیا۔ کہ آج سے جاپان کی حکومت موت سوہٹو کے قبضہ میں کی گئی

سنہ ۱۸۶۹ء میں اوکوبو نامی مشیر سلطنت نے میکاڈو کو پردہ سے باہر نکالا۔ اور پھر جب سے یہ پبلک میں آنے لگا۔

پایہ تخت بھی کیوٹو سے شہر یدو کو تبدیل ہوا جس کا نام ٹوکیو یعنی

مشرقی پایہ تخت رکھا گیا۔ اور تمام پرانے طریق منسوخ کر دیئے گئے جن سے
کچھ عرصہ کے لئے ملک میں سخت بدامنی پھیل گئی۔ اور شوگن لڑائی پر آمادہ ہوگئے
تین دن کی خونریز لڑائی کے بعد شوگن کی فوج نے سخت شکست کھائی۔ اور
اس کے کئی مہینے بعد نوجوان میکاڈو بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے جاپان
کا حکمران ہو گیا۔

رسم جاگیر کا انسداد جاپانی مغربی تہذیب کی روشنی دیکھ چکے تھے۔ وہ یہ
اچھی طرح سمجھتے تھے۔ کہ کسی سلطنت کا چھوٹی چھوٹی
مختلف جاگیروں پر منقسم ہونا در اصل اس کی کم طاقتی کی نشانی ہے۔ چونکہ سلطنت
جاپان بھی مختلف جاگیروں میں منقسم تھی۔ اسلئے ان کو اس بات کی ضرورت
محسوس ہوئی۔ کہ جاپانی گورنمنٹ کا ایک خاص مرکز قرار دیکر ان چھوٹی چھوٹی
شخصی طاقتوں کو توڑ دیا جائے۔ حب الوطنی کے جوش میں جاپانی امرا (ڈیمیوں)
نے بھی اپنی جاگیریں۔ اراضی۔ محاصل اور تمام حقوق بخوشی معاف کر دیئے
اور اپنی سلطنت کو دنیا کی دوسری نامور سلطنتوں کے ہم پایہ بنانے کی جی
توڑ کر کوشش کی۔ ۱۸۷۱ء میں جاپانی رؤسا اور جاگیرداروں نے ٹوکیو
میں جمع ہو کر ایک مجمع عام میں میکاڈو کے روبرو سر تسلیم خم کیا۔ اور اپنی
اپنی جاگیروں سے دست بردار ہو گئے۔

میکاڈو نے زمام سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی ملک میں اصلاحیں شروع
کر دیں۔ علم و ہنر کی ترقی کی کوششیں ہونے لگیں۔ اور مختلف زبانوں
کی کتابوں کے ترجمے کئے گئے۔ امریکن و انگریز فوج و دیگر محکمہ جات
میں اعلیٰ عہدوں پر مامور کئے گئے۔ اور تعلیم کا انتظام بھی ایک امریکن ہی
کے سپرد ہوا۔ جا بجا مدارس اور کالج قائم کئے گئے۔ اور ہر طرف سے ترقی
اور شائستگی کی صدائیں گونج اٹھیں۔ ۱۸۷۱ء میں ڈاک خانہ و تار برقی
قائم ہوئے۔ سکہ بنانے کے لئے ٹکسال بنائی گئی۔ اور پرانے طلائی
سکہ اُوبن میں ترمیم کی گئی۔ یہ سکہ ۱۶۰۲ء سے رائج تھا۔ اور طول و
عرض میں ایک پوسٹ کارڈ کے برابر تھا۔ ۱۸۷۲ء میں ریل جاری ہوئی۔

اور امریکہ کو سفارت بھیجی گئی۔ غرض رفتہ رفتہ سب مفید باتیں یہاں رائج ہوگئیں۔ ٹیکہ چیچک۔ اور فوٹوگرافی وغیرہ سے بھی یہ لوگ واقف ہوگئے اور موخرالذکر میں تو اب ان کو ید طولیٰ حاصل ہے۔

مغربی شائستگی نے جاپان پر اسقدر اثر کیا۔ کہ اصول سلطنت میں بھی بہت سا تغیر ہوگیا۔ اور رفتہ رفتہ سلطنت جمہوری طرز کی ہوگئی۔ کہاں تو بادشاہ خود جو چاہتا کرتا۔ اور کہاں تھوڑے ہی عرصہ میں ایک کونسل مقرر ہوئی۔ اور ہر کام میں اس کی رائے لازمی متصور ہونے لگی۔ مقامی ٹیکس میں بھی صوبجات کے گورنروں کے مشورہ کی ضرورت کا احساس ہونے لگا اور ۱۸۷۸ء میں مقامی جلسے ٹیکس مقرر کرنے کے لئے قائم ہوئے۔ ۱۸۸۵ء میں وزرا کی کیبنٹ قائم ہوئی۔ اور ۱۸۸۹ء میں مذہبی آزادی لکھنے پڑھنے کی آزادی اور جلسے منعقد کرنے وغیرہ کی آزادی رعایا کو عام طور پر دی گئی۔ ۱۸۹۰ء میں بادشاہ نے امپیریل ڈائٹ (پارلیمنٹ) کا افتتاح کیا۔ انگریزی پارلیمنٹ کی طرح اس میں بھی دو شاخیں ہیں۔ ایک اپر ہاؤس۔ اور دوسری ہوس آف ریپریزنٹیٹوز۔ اپر ہوس میں عمائد شہر۔ رؤسا۔ شاہی منتخب اشخاص اور چند آدمی معززین کے انتخاب سے شامل ہیں۔ اپر ہوس کے ممبر درج ذیل ہیں۔

شاہی خاندان کے لوگ (۱۰) رؤسا (۱۳۹) شاہی انتخاب کے اشخاص (۵۹) رعایا کے انتخاب کے اشخاص (۴۴) میزان کل (۲۵۲)

ان کا جدید انتخاب ایکسال کے بعد ہوتا ہے۔ ہوس آف ریپریزنٹیٹوز میں تین سو ممبر ہیں۔ اور ان کا جدید انتخاب ۴ سال کے بعد ہوتا ہے۔ اس کے ممبروں کی عمر ۳۰ سال سے کم نہ ہونا چاہئے۔ اور نیز پندرہ ڈالر سے کم سالانہ محصول ادا کرنیوالے اشخاص ممبری کے لئے منتخب نہیں ہوسکتے۔ ۱۸۸۲ء میں کریمنل کوڈ اور کریمنل پروسیجر ایک فرانسیسی نے نپولین کوڈ کے طرز پر مرتب کئے۔ اور ان پر عملدرآمد شروع ہوگیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد سول کوڈ۔ سول پروسیڈر۔ اور کمرشل کوڈ مرتب

کیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ جاپان نے تھوڑے ہی عرصہ میں بہت ترقی کی۔ اور ہر بات میں یورپین اقوام کے ہم پلہ ہو گیا۔ جس کے باعث اس کو ایشیائی یورپ کہنا کسی حد تک بیجا نہ ہوگا۔

جاپان میں اخباروں کو بالکل آزادی نہیں۔ ذرا سے شک پر کسی وزیر پرچہ کی اشاعت ہمیشہ کے لئے یا تھوڑے عرصہ کے واسطے بند کر سکتا ہے۔ ۱۸۸۹ء میں ۴۳ پرچے بند کیئے گئے تھے۔ جن کی میعاد ایک ہفتہ سے لے کر تین مہینے تک تھی۔ ان میں کے بعض پرچوں کو تو اس سزا سے اتنا نقصان پہنچا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے اڈیٹروں کو بھی خوب سزائیں ہوتی ہیں۔ اور وہ بھی ذرا ذرا سی بات پر۔ ۱۸۹۰ء میں ایک سربرآوردہ اخبار کے ایڈیٹر کو ساڑھے چار سال کی قید ہوئی تھی۔

سولھواں باب

فوج

پچھلے زمانہ میں ہندوؤں کی طرح جاپان میں بھی فن سپہ گری ایک خاص قوم تک محدود تھا۔ ہر شخص اس شریف فن کے اختیار کرنے کا مجاز نہ تھا۔ لڑائی کے وقت ان لوگوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ اور ہر شخص دل و جان سے ان کی مدد کرتا تھا۔ ان کے خاص اسلحہ تلوار۔ نیزہ۔ تیر و کمان وغیرہ تھے۔ یہ لوگ علاوہ زرہ و خود کے عضو عضو پر بطور حفاظت لوہا باندھتے تھے۔ جس سے بہت جلد وہ تھک جاتے تھے۔

سنہ ۱۸۶۸ء میں بادشاہ کی بحالی پر رسم جاگیر کا جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے پورے طور پر انسداد ہو گیا جس سے ان کی آمدنی میں نوّے فی صدی کی اوسط سے کمی ہو گئی۔ اور اب ان میں اتنی گنجایش نہ رہی۔ کہ اپنی فوج کو جسے سمورائی کہتے ہیں قایم رکھ سکیں۔ ان لوگوں کو شمشیر زنی میں ید طولےٰ حاصل تھا۔ لیکن محض اس خیال سے یہ بہادر قوم فوج میں بھرتی نہ کی گئی۔ کہ فوج میں بعض اشخاص ایسے افسری پر مامور تھے۔ جن کی سوشل حالت ان سے بہت کم تھی۔ اور اگر یہ ان کی ماتحتی میں دیئے جاتے۔ تو ادب و تربیت کا قایم رکھنا مشکل پڑ جاتا۔ فوج میں قانوناً ملک کے ۱۷ سال سے ۴۰ سال تک کے ہر باشندے کو ملازمت کرنا پڑتی ہے۔ اور بری فوج کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) مستقل سپاہ (۲) مستقل فوج کا ریزرو (۳) ریزرو (۴) ٹیریٹوریل سپاہ۔ اور ملازمت کی شرایط حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ۳ سال کیریرون کے ساتھ یعنے مستقل سپاہ میں۔

(۲) ۴ سال مستقل سپاہ کے ریزرو میں۔

(۳) ۵ سال ریزرو افواج میں۔

(۴) ۱۱ سال ٹیریٹوریل سپاہ میں۔

اس حساب سے گویا ۱۷ سال کی عمر سے لے کر ۴۰ سال کی عمر تک ۲۳ سال ملازمت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن عملی طور پر صرف ۱۲ سال ہوتی ہیں کیونکہ ٹیریٹوریل سپاہ صرف اشد ضرورت کے موقع پر کام میں لائی جاتی ہے۔ اور اسی حالت میں اس کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن تعلیمی سرٹفکیٹ والوں کے لیے خاص رعائیتیں ہیں۔ یعنے اگر وہ بعجلت اسلحہ حرب کی مہارت پیدا کر لیں۔ تو چند ماہ بعد فوج سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ضرورت کے وقت کام دینا پڑے گا۔ اگر جاپان میں قواعد کی پوری پابندی کے ساتھ فوج بھرتی کی جائے۔ تو ہر سال زاید از ضرورت نوجوان فوج میں لینے پڑیں اور اس صورت میں خرچ زیادہ ہو جائے۔ اسلئے فوج میں بھرتی کی تخفیف

بھی کر دی گئی ہے ۔ اور مندرجہ ذیل اشخاص فوجی ملازمت سے معذور سمجھے گئے ہیں
(۱) ناقص الجوارح اور بد وضع اشخاص ۔
(۲) ایسے اشخاص جنکا قد ۴ فٹ ۱۱ ½ انچ سے کم ہو ۔
(۳) اگر کسی خاندان میں دو بھائی ہوں تو ایک معذور ۔
(۴) ایسا شخص بھی معذور ہے جس کا بھائی پہلے ملازم ہو ۔
(۵) ایسا شخص جس کا بھائی فوجی خدمت میں مر گیا ہو ۔ یا ناکارہ ہو گیا ہو ۔
(۶) خاندان کا سرپرست ۔
(۷) جو اپنے معاملات کے انتظام کی قابلیت نہ رکھتا ہو ۔
(۸) ملا ۔
(۹) سکولوں کے ماسٹر اور پروفیسر ۔
(۱۰) تعلیمی انسٹیٹیوشن کے طلباء ۔
(۱۱) وہ شخص جن کے دیوانی حقوق معرض التوا میں آگئے ہوں ۔
(۱۲) سند یافتہ پیشہ ور ڈاکٹر ۔
(۱۳) شہری اور صوبجاتی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ۔
(۱۴) سرکاری عہدہ دار ۔
(۱۵) ایسے لوگ جن کی تعداد فوج میں ۴۰ فیصدی کی اوسط پر ہو ۔

چونکہ جاپانی فوج کا انضباط یورپین فوج سے کسی قدر مختلف ہے ۔ اسلئے اس کی اہم اسلحہ بردار سپاہ کا تھوڑا ذکر عام معلومات کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ انفنٹری (پیدل) کی ہر ایک رجمنٹ میں ۳ بٹالین ہوتی ہیں ۔ اور ہر بٹالین میں ۴ کمپنیاں ۔ امن کی صورت میں ایک کمپنی میں ۱۵ - افسر ، ۱۷ نن کمیشنڈ افسر ۔ اور ۱۶۰ سپاہی ہوتے ہیں ۔ یعنے کل ۱۹۲ آدمی ۔ لیکن جنگ کی حالت میں ۸۰ سپاہی ریزرو میں سے ایزاد کئے جاتے ہیں ۔ اور اس طرح کل تعداد ۲۷۲ ہو جاتی ہے ۔ انفنٹری کی رجمنٹ میں چار کمانڈنگ افسر ۔ ۶۵ معمولی افسر ۔ ۲۴۹ نان کمیشنڈ افسر اور ۱۹۲۰ عام سپاہی اور ۹ نقارے بجانے والے افسر ۔ پس اس طرح امن کی حالت میں کل ممبران ۲۲۴۷

آدمیوں اور ۱۲ گھوڑوں تک پہنچتی ہے۔ جنگ کے وقت سپاہیوں کی تعداد ۲۸۰ ہوجاتی ہے۔ کیولری (رسالہ) کے ایک سکواڈرن ۰۰۰ میں مختلف مراتب کے ۱۵۹ آدمی اور ۱۳۵ گھوڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جنگ کی حالت میں آدمیوں کی تعداد ۱۸۹ اور گھوڑوں کی ۱۴۰ تک پہنچ جاتی ہے۔ آرٹیلری (توپخانہ) کی ایک باٹری میں ۴ توپیں ہوتی ہیں۔ اور بخلاف انگلستان کے صرف دو ہی باٹریوں کی ایک برگیڈ ہوتی ہے۔ جنگ کی حالت میں توپخانہ میں بھی فی باٹری ۱۰ گولنداز اور دو توپیں زیادہ کی جاتی ہیں۔ توپخانہ ۲/۱ ۲ سینٹی میٹر کی اٹلی کے نمونہ کی ہوتوپ سے مسلح ہے۔ جو اوساکا کے جاپانی کارخانہ میں بنائی جاتی ہیں

شہنشاہی گارڈ مستقل طور پر ٹوکیو میں متعین ہے۔ عمدہ سے عمدہ اسلحہ اس کو دئے گئے ہیں۔ اور اس کے لباس میں بھی یہ فرق رکھا گیا ہے۔ کہ ٹوپی میں بجائے زرد فیتہ کے جو عام فوج میں ہے۔ سرخ فیتہ لگایا جاتا ہے۔ اس میں انفنٹری کی دو رجمنٹیں۔ آرٹیلری کا ایک برگیڈ۔ اور انجینیروں کی ایک کمپنی ہے۔

سپاہ جاپان کا کمانڈر انچیف ایچ۔ آئی۔ ایچ پرنس ارسیوگاوا شہنشاہ کا چچا ہے۔ دی جنرل سٹاف آفس کا پریسیڈنٹ بھی ہے جنرل سٹاف آفس ایک ایسی جماعت ہے جس کے فرایض امن وجنگ انگلستان کے محکمہ جنگ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

ملٹری مقاصد کے لحاظ سے جاپان ۷ ضلعوں پر منقسم ہے۔ جن میں سے ہر ایک میں ایک لیجن (ڈویزن) رہتا ہے۔ فی الحال جاپانی فوج میں ۶ غیر ممالک کے باشندے ملازم ہیں۔ یعنی ملٹری اکیڈمی میں دو اہل جرمنی۔ ملٹری کالج میں ایک فرانسیسی۔ ٹیکٹکس کے مدرسہ میں ایک فرانسیسی۔ اور ایک اٹالین۔ اور فرانسیسی بینڈ ماسٹر۔

ذیل کی جدول سے جو نہایت محنت اور مختلف ذرایع سے تیار کی گئی ہے۔ جاپانی سپاہ کے اجزا کی ترکیب و تقسیم ظاہر ہوتی ہے۔ یہ شمار و اعداد سنہ ۱۸۹۰ء کے ہیں۔ لیکن ان سے دسمبر سنہ ۱۸۸۷ء کی

حالت کا بھی خوب اندازہ ہوسکتا ہے۔

ڈیژن کا نمبر	ہیڈکوارٹر	جغرافیہ کا حصہ	طاقت یعنی تعداد
۱	ٹوکیو	پایہ تخت	۹۲۱۰
۲	سینڈائی	شمالی جزیرہ	۸۹۲۰
۳	نگویا	مشرقی مرکز	۸۲۶۷
۴	اوساگا	مرکز	۸۶۵۵
۵	ہیروشیا	مغربی مرکز	۷۲۲۳
۶	کوماموٹو	جنوب	۷۴۷۶
۷	ہیزو (ہلیشیا)	شمال (جزیرہ ہیزو)	۱۴۶۱
	امپیریل گارڈ	ٹوکیو	۵۵۹۱
	ملٹری سکول	”	۲۹۱۰
	کنڈاری (پولس)	”	۱۳۷۶
	ریزرو	”	۱۰۱۲۷۳
	ٹیریٹوریل سپاہ	”	۲۴۹۳۹
	سنٹرل سٹاف	”	۱۴۶۲۱۲
	کل موثر طاقت	”	۲۰۹۳۲۶

اس میزان میں افسر وغیرہ حسب ذیل ہیں۔ افسران سٹاف ۴۵۰۔ کمیشنڈ افسر ۳۳۶۰۔ نان کمیشنڈ ۱۰۳۹۱ جاپان خود بافضل توپ کارتوس تیار کرتا ہے ایک ہزار باشندوں میں سے ۹۴ء۱۶ سپاہی جبراً انتخاب کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ۲۳ر۴ فیصدی اکٹو سروس میں لئے جاتے ہیں۔
چند برس ہوئے جاپانی بحری فوج میں صرف تین بڑے بڑے جنگی جہاز تھے جن میں ہر ایک میں پندرہ سو سپاہ تھی اور باقی کے ۹۴ جہاز تو یونہی معمولی تھے۔ اس طرح کل جنگی جہازوں کی تعداد یہاں ۵۲ تھی۔ مگر اب جاپان دنیا کی چھٹی بحری طاقت ہے اسکے پاس ۶ بڑے جدید مصافی جہاز ۱۹۴۱۹ ہزار ٹن کے۔ ۶ کلاں اور ۱۲ متوسط زرہ پوش کروزر۔ ۲۰ تار پیڈو شکن وغیرہ وغیرہ ہیں اور بحری فوج بوقت امن ۳۵ ہزار ہے۔

سترھواں باب

بڑے بڑے شہر

کہتے ہیں کہ جاپان کے ٦٠ دارالسلطنت تھے - اگلے زمانہ میں جاپانیوں میں اس قدر باطل پرستی پھیلی ہوئی تھی - کہ جس مکان میں کوئی مرجاتا - اسے منحوس خیال کرتے - اور متوفی کی اولاد یا جانشین اپنی بود و باش کے لئے نیا مکان تیار کر لیتے - چونکہ دارالسلطنت بادشاہ کے لئے بمنزلہ ایک مکان کے ہے - اس لئے جب کوئی میکاڈو مرجاتا - تو اس کے جانشین کے لئے ایک نئے دارالسلطنت کی ضرورت پڑتی - ابھی تک جاپان میں ایسے بے شمار مقامات اجڑے پڑے ہیں - جو پہلے بڑے عمدہ اور بارونق شہر گنے جاتے تھے - لیکن اب ایک معمولی گاؤں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے -

جوں جوں جاپان میں تہذیب و شائستگی عام ہوتی گئی - جاپانی دربار (دارالسلطنت) کی قیامی حالت زیادہ پختہ اور قابل اطمینان ہوتی گئی - ٧٠٩ء سے ٧٨٤ء تک نارا ، بادشاہوں کا دارالسلطنت رہا - اس کے بعد کیوٹو اور پھر ٹوکیو دارالسلطنت قرار دے دئے گئے -

ییڈو جس کو اب ٹوکیو کہتے ہیں - ابتداً ایک چھوٹا سا موضع تھا جہاں لوگ اکثر مچھلی کے شکار کو جایا کرتے تھے - ١٤٥٦ء میں یہاں ایک جنگجو بہادر نے قلعہ بنایا تھا - ١٦٠٣ء میں اس کے نصیب کھل گئے - آیا یاسو نے اپنے دوران حکومت میں اس کو پایہ تخت قرار دیا - اور شوگن سلطنت ٹوٹنے کے بعد جب میکاڈو تخت سلطنت پر آیا - تو اس کا نام ٹوکیو یعنے مشرقی سلطنت رکھا گیا ٹوکیو خلیج ٹوکیو کے اوپر واقع ہے شہر کا رقبہ تقریباً ١٠ امیل مربع ہے

اور آبادی ۹ لاکھ کے قریب۔ بادشاہ کا محل وسط شہر میں ہے۔ جس کے گرد حفاظت کے لئے تین پختہ کمپاؤنڈ ہیں۔ ٹوکیو کا بڑا بازار گنزا ہے۔ جو پختہ مکانات اور عالیشان دوکانات سے آراستہ ہے۔

یوکاہاما۔ ٹوکیو سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر وہاں جاپان کا بندرگاہ ہے۔ ۱۸۵۷ء میں یہ ایک چھوٹا سا موضع تھا۔ لیکن اب اس کی آبادی ۶۵ ہزار سے متجاوز ہے۔ یہاں رات دن ہر طرح کے جہازوں کی بھرمار رہتی ہے کسی وقت بندر خالی نہیں ہوتا۔

کیوٹو۔ جاپان کا قدیم پایہ تخت ہے۔ ۷۹۴ء میں ایک فرمانروا نے اس کو اپنا قیامگاہ قرار دیا تھا۔ مگر جاپانیوں کے اصول کے مطابق ہر فرمانروا کے ساتھ پایہ تخت بدلتا رہا۔ اور ہر دوسری تیسری پشت میں اس کے نصیب جاگتے رہے۔ ۱۸۶۸ء میں موجودہ فرمانروا نے ییڈو کو پایہ تخت قرار دیا۔ جہاں سے جنوبی مغربی جانب ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر یہ واقع ہے۔ ییڈو سے یہاں تک ریل جاری ہے۔ اس کی آبادی ۲ لاکھ پچہتر ہزار ہے اور ریشمی پیداوار اور کارچوبی کے لئے خاص طور پر ممتاز ہے۔

اوساکا۔ بلحاظ آبادی ٹوکیو کے بعد جاپانی شہروں میں اسی کا نمبر ہے شاہی ٹکسال یہیں ہے اور تجارت کے لحاظ سے جاپان کا پہلا شہر ہے۔ بندرگاہ بہت چھوٹا ہے۔ کیونکہ پانی کی کمی سے بڑے بڑے جہاز جا نہیں سکتے۔ (ختم شد)

ضمیمہ نمبر (۱)

آرٹی زی ان یعنی خودبخود پانی اچھالنے والے چاہات

(منقول از وطن مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء)

جہاں تک جدید معلومات یا علوم وفنون اور ترقیات زمانہ کے علم کا تعلق ہے۔ ہمارے زمیندار تو ایک طرح سے مرفوع القلم ہیں۔ اور ان میں سے کسی سے

یہ توقع رکھنا کہ وہ مندرجہ عنوان چاہات سے واقف ہوگا۔ محض خیال خام ہے مگر افسوس
تعلیمیافتہ ابنائے ملک میں بھی چند اشخاص ہی ایسے پائے جائیں گے۔ جو ان چاہات
کی کیفیت درکنار۔ ان کے نام سے آگاہ ہوں۔ اور ایسے تو الشاذ کالمعدوم ہوں گے
جنہوں نے ان کے اصول اور ملک میں ان کو رواج دینے پر غور کیا ہو۔ حالانکہ
دنیا کے بہت کم ملک ہوں گے جن کو ہندوستان سے بڑھ کر ایسے کنوؤں کی
ضرورت ہے۔ ہندوستان کے کاشتکاروں کا افلاس اور یہاں کی
زراعت کے حصہ کثیر کا غیر قدرتی وسایل آبپاشی پر منحصر ہونا اس امر کے قدیم الایام
سے مقتضی ہیں۔ کہ کوئی ایسی سبیل کی جائے۔ جس سے حتی الوسع نہایت کم محنت
اور لاگت سے کاشتکار اپنی کھیتی کو پانی پہنچا سکے۔ اہالی ہند کو اپنے بزرگوں
کے علم و فضل پر بڑا فخر ہے۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے۔ کہ کم از کم زراعتی معاملہ میں
باشندگان ہندوستان زیادہ تر زراعت پیشہ ہونے کے باوصف ہمیشہ
سے دیگر ممالک کے باشندوں سے زیادہ لاپرواہ اور دماغی قابلیت اور قوت ایجاد
و اختراع سے کام لینے سے متنفر رہے ہیں۔ ورنہ یہ ممکن نہ تھا۔ کہ جو وسایل چینیوں
اور جاپانیوں یا صحرائے افریقہ کے عربوں کو صدیوں سے معلوم ہیں۔ وہ ان سے
مخفی رہتے۔

ہندوستان میں قحط کے متواتر دورہ کا بڑا سبب یہی ہے کہ یہاں کی زراعت کا
دارومدار زیادہ تر ایسی آبپاشی پر ہے جو مویشی کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ امساک
باراں میں مویشی کے لئے خود چارہ نہیں ملتا۔ اور ان کی محنت سے جو کھیتی تیار
ہوتی ہے۔ وہ غریب کسان کے کنبہ کی پرورش یا اس کے دیگر لازمی مصارف
تو کجا۔ خود ان جانوروں کی شکم پری کو بھی مکتفی نہیں ہوتی۔ جانور بتعداد کثیر
مر جاتے ہیں۔ اور ان کی قلت نزول باران رحمت پر بھی شروع میں
زمیندار کو بے دست و پا بنائے رکھتی ہے۔ مویشی کی بجائے دخانی یا برقی
طاقت کا استعمال اس دقت کی بے شک تلافی کر سکتا ہے۔ لیکن اس قدر
وسعت کس کاشتکار کو حاصل ہے کہ وہ چاہات سے پانی نکالنے کے لیے ہزاروں
روپیہ قیمت رکھنے والے پمپ اور انجن خرید سکے۔ یا ایسے مضبوط اور گراں خرچ

چاہ تعمیر کرا سکے۔ جنیز پمپ لگائے جا سکتے ہیں۔ ان کی مالی استطاعت کی یہ کیفیت ہے۔ کہ بلا مبالغہ اسّی فیصدی کسان ۴۰ روپیہ کا بیل بھی نقد قیمت دیکر نہیں خرید سکتے۔

ایسے بجیوں کی حالت اگر سنور سکتی ہے۔ تو اسی طرح کہ ان کو زراعت کے لئے پانی ملے۔ اور بلا تردد و محنت ملے۔ یہ بات آرٹی زی ان چاہات سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک دفعہ تیار ہو جانے کے بعد پھر وہ صدیوں تک خود بخود بغیر کسی قوت یا صرف کے پانی دیتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے عام رواج کے راستہ میں بھی کئی طبعی اور دیگر مشکلیں حایل ہیں۔ سب سے بڑی طبعی مشکل یہ ہے کہ ہر زمین میں یہ کنوئیں نہیں لگائے جا سکتے۔ یہ وہیں بنائے جا سکتے ہیں۔ جہاں سطح زمین کے نیچے پانی کا ایسا ذخیرہ جمع ہو۔ جس پر اوپر تلے دونوں طرف سے چکنی مٹی کی تہ کا قدرتی دباؤ پڑ رہا ہو۔ تاکہ جسوقت زمین میں سوراخ کرکے نل کو اس ذخیرہ تک پہنچایا جائے۔ تو پانی جو اس دباؤ کی وجہ سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ ڈھونڈ رہا ہوتا ہے۔ خود بخود اس نل کے راستے اوپر کو آنے لگجائے یہ ایک عام علمی مسئلہ ہے۔ کہ پانی اپنی اصل سطح کا متلاشی رہتا ہے ان چاہات کا وہی اصول ہے۔ جو ہم فواروں میں ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ پانی زمین کے اوپر سے ہی جاکر سطح زمین کے نیچے جمع ہو گیا ہوتا اور ہوتا رہتا ہے۔ صانع حقیقی نے ہر شے میں اپنی صنعت کے عجیب و غریب کرشمے دکھلائے ہیں۔ یہ ذخیرے بھی اس کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہیں۔ زمین کے چھلکے میں جا بجا چکنی مٹی کی تہوں کے درمیان مسامدار اشیا، ریت وغیرہ کی رگیں اوپر سے نیچے کو چلی گئی ہیں۔ ان رگوں کے ذریعہ بارش کا پانی نیچے کو رستا رہ کر خلا میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ ایسے خلا زمین کے چھلکے کے دوسرے اور تیسرے طبقہ میں بالعموم پائے جاتے ہیں۔ ان خلاؤں میں چاروں طرف سے یہ رگیں جو سطح زمین تک پہنچی ہوتی ہیں۔ بارش کا پانی جمع کرتی رہتی ہیں۔ اس تشریح سے یہ سمجھ سکنا آسان ہو گیا ہوگا۔ کہ ان خلاؤں میں جمع شدہ پانی کا اصل لیول (یعنی سطح) متذکرہ بالا رگوں یا مسامدار طبقہ کی سطح کے برابر ہے۔ پس جب زمین میں سوراخ کرکے نل اس ذخیرہ تک

جو اوپر و نیچے سے چکنی مٹی کی دو تہوں میں دبا ہوا ہوتا ہے پہنچتا ہے - تو پانی فوارہ کی طرح نل کے راستے اوپر کو اٹھتا ہے - اور جتنی ان رگوں کی سطح نل کے ابتدائی سرے سے اوپر ہوتی ہے - اسی قدر یہ پانی نل کے سرے سے بھی اوپر کو اٹھتا ہے - چنانچہ ابتک جسقدر آرٹی زین چاہات یورپ یا امریکہ کے اکثر ممالک میں تیار کئے گئے ہیں ان کا پانی سطح زمین سے بھی کئی کئی فٹ بلند اٹھتا ہے معمولی کنوؤں و ران میں یہ فرق ہے - کہ اول الذکر کا پانی تہ میں ہی ایک طرح سے ساکن رہتا ہے - اسے کسی آلہ یا پمپ سے اوپر اٹھایا جاتا ہے - ان میں وہ خود بخود اچھل کر اوپر کو آتا ہے - یورپ میں ایسا کنواں پہلے فرانس کے صوبہ آرٹائس میں تیار ہوا - اس صوبہ کے نام سے ان کا نام آرٹی زین رکھا گیا - لیکن ان کی ایجاد کا فخر اہل فرانس کو حاصل نہیں - ایشیا کوچک - ایران - چین - مصر - الجزائر و صحرائے اعظم میں ان کے نشان ابتک ملتے ہیں - اگران کے آثار قدیم مہذب ممالک میں کسی ملک میں سے نہیں ملے - تو وہ ہندوستان کا بدنصیب ملک ہے -

یہ اوپر لکھا گیا ہے کہ سب سے بڑی طبعی مشکل یہ ہے - کہ ایسے ذخیرے ہر علاقہ میں موجود نہیں - لیکن عقل کبھی باور نہیں کر سکتی - کہ جب انگلستان - فرانس - الجزائر و ایران ایسے قلیل الرقبہ ملکوں میں وہ ایسی افراط سے موجود ہیں - تو ہندوستان ایسے وسیع الحدود ملک میں جو بجائے خود ایک براعظم ہے - قدرت کے یہ خزائن غیبی کہیں نہ ہوں - وہ یہاں بھی ایسی ہی کثرت سے موجود ہیں - لیکن دقت یہ ہے کہ ہمارے زمینداروں کو کبھی اس عطیہ غیبی کی طرف خیال نہیں ہوا - نہ ان کی محدود عقلیں کبھی اس کو ممکن الوقوع سمجھ سکی ہیں - کہ کہ پانی خود بخود بھی بغیر کسی طاقت کے زمین کے نیچے سے اوپر کو آسکتا ہے - ان کی محنت کا دارومدار ہمیشہ حیوانی طاقت پر رہا - اور اس طرح ان کی دماغی قوتیں محض بیکار ہو گئیں - ورنہ وہ ایسے ذخیروں کو دن رات مشاہدہ کرتے رہنے کے باوجود ضائع نہ جانے دیتے - اکثر زمینداروں سے یہ مخفی نہیں - کہ بعض موقعوں پر پختہ کنوئیں کی ٹوٹی (ریت ہٹا ہٹا کر کنوئیں کو نیچے دھنسانا) میں ریت کے طبقہ کے بعد چکنی مٹی کی تہ آجاتی ہے - جو بڑی مشکل سے کاٹی

ہے۔ اور اسے بعض جل یا گڑ کہتے ہیں۔ بسا اوقات اس کو کاٹنے سے معذور ہو کر کنوئیں کو ادھورا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن بعض باہمت لکڑی کی بڑی میخ اسکے وسط میں ٹھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس کی دبازت دو تین فیٹ کی ہو۔ تو چند ہفتوں کی محنت سے میخ اس کے وار پار چلی جاتی ہے۔ میخ کے پار جاتے ہی پانی زور دیکر اچھل آتا ہے۔ یہ ذخیرہ آب تقریباً اسی قسم کا ہے۔ جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ بہت قریب ہے اور زیادہ زور سے پانی اچھالنے والے اور اسکی مقدار کثیر رکھنے والے عموماً سطح سے کئی سو فیٹ نیچے ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ ایک موقعہ پر صرف ایک ہی ایسا ذخیرہ ہو۔ بلکہ بسا اوقات اوپر تلے کئی ایسے ذخیرے ہوتے ہیں۔ بعض رگیں تھوڑی دور نیچے جاکر چھوٹے سے خلا کو بھر رہی ہوتی ہیں۔ بعض اور زیادہ نیچے کو چلی گئی ہوتی ہیں اور کچھ ان سے بھی نیچے جاکر ایک بڑے خلا کو پُر کرتی ہیں۔ تاہم اس بالائی ذخیرے میں بھی اگر چھوٹے قطر کا نل لگایا جائے اور سوراخ بڑا نہ رکھا جائے۔ تو اغلب یقین ہے۔ کہ پانی نل کے راستے خود بخود سطح زمین تک آتا ہے۔ اس صورت میں پختہ کنواں قایم رکھنا یا گرادینا یکساں ہوگا۔

بہر حال گو ایسے ذخیرے یقیناً ملک میں بکثرت ہوں گے۔ لیکن فاقہ کش زمیندار خاصکر ایسے علاقوں میں جہاں معمولی پانی کا طبقہ بھی بہت نیچے ہے ان کی موجودگی کی تحقیقات کرنے کی ہرگز استطاعت نہیں رکھتے اور یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ ہر علاقہ میں ماہران طبقات الارض سے ایسے امتحان کرائے اور جہاں جہاں ذخیرے پائے جائیں۔ وہاں کے زمینداروں کو ان سے فایدہ اٹھانے کی ترغیب دے۔ ایسے امتحان کے لئے کوئی بڑی رقم درکار نہیں۔ اگر ہو بھی۔ تو وہ بہر نہج کسی ایک قحط کے خرچ سے کبھی زیادہ نہ ہوگی۔ اس ایکدفعہ کے خرچ سے وہ ملک کے حصہ کثیر کو بلائے قحط سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرا سکے گی۔ یہ امتحان تھا بنوار نہیں تو تحصیلوار ضرور ہونا چاہئے۔ کیونکہ عموماً ایسے ذخیرے کئی کئی سو میل مربع کا رقبہ رکھتے ہیں اگر ڈسٹرکٹ اور لوکل بورڈوں سے بھی اس خرچ کا کچھ حصہ لیا جائے تو نامناسب نہیں ہوگا۔ دوسرا مانع امر

روپیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ کنوئیں بسا اوقات کئی کئی ہزار فٹ کی گہرائی تک پہنچانے پڑتے ہیں۔ اور اتنا گہرا سوراخ کرنے کے لیئے دخانی طاقت اور مشینوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ پیرس میں اس قسم کا پہلا کنواں آٹھ برس میں تیار ہوا۔ اور ۱۷۹۸ فٹ کی گہرائی پر مطلوبہ ذخیرہ ملا۔ من بعد آلات اور کلوں کی عمدگی سے تیاری کی مدت میں بتدریج تخفیف ہوتی گئی۔ چنانچہ مقام لاچپل میں ۵½ فٹ قطر کا کنواں ۴ برس میں ۱۹۰۰ فٹ کی گہرائی تک پہنچایا گیا۔ وہاں حسب دلخواہ پانی ملگیا۔ ورنہ انجینیر اسے ۳ ہزار فٹ تک لیجانیکا قصد رکھتے تھے۔ قصبہ پاسی سن مضافات پیرس میں ایک کنواں سوا دو فٹ قطر کا ڈیڑھ برس میں ۲ ہزار فٹ گہرا تیار کیا گیا۔ اس میں پانی سطح زمین سے ۵۴ فٹ کی بلندی پر جاکر نیچے گرتا ہے اور دن رات میں اس سے ۵۰ لاکھ گیلن پانی جو بلا مبالغہ کئی سو ایکڑ کو سیراب کرسکتا ہے نکلتا ہے۔ لنڈن کے قرب جوار میں اکثر ایسے کنوئیں بن گئے ہیں۔ اس کثرت نے ذخیرہ آب پر اس قدر اثر کیا ہے۔ کہ جن کنوؤں میں پہلے پانی سطح زمین سے اوپر تک جایا کرتا تھا۔ ان میں اب سطح زمین سے چند فٹ نیچے تک رہتا ہے۔ اور وہاں سے بذریعہ پمپ اوپر لانا پڑتا ہے۔ فرانس کے قصبہ للرز میں بارھویں صدی عیسوی سے ایک ایسا کنواں برابر آج تک دن رات پانی دے رہا ہے۔ یورپ کے برعکس صحرائے افریقہ کے بعض نخلستانوں میں ڈیڑھ دو سو فٹ کی گہرائی پر ہی ایسے ذخیرے موجود ہیں۔ جن سے عرب باشندے اپنے دقیانوسی اوزاروں کی ہی مدد سے پانی حاصل کرتے رہے ہیں۔ وہ بجائے یہ گہرائی بھی کئی برسوں کی محنت کے بعد تیار کرتے اور نلوں کا کام کھجور کے کھوکھلے تنوں سے لیتے ہیں لیکن آلات کی دن بدن اصلاح ہوتی رہنے سے اب یورپ و امریکہ میں یہ کام نسبتاً بہت سہل اور کم خرچ ہوگیا ہے۔ تاہم اسوقت بھی معمولی بورنگ مشین (سوراخ کرنیوالی مشین) مع لوازمات پندرہ بیس ہزار روپیہ سے کم کو نہیں آتی۔ سوراخ کرنے کی محنت اور خرچ علیحدہ رہا۔ اتنا خرچ اٹھا سکنا ہندوستانی زمینداروں کی استطاعت سے باہر تھا۔ اور اسی لیئے اڈیٹر وطن اب تک ان چاہات کے متعلق کچھ لکھنے سے محترز رہا۔ لیکن حال میں ایک ہمدرد بنی نوع

انسان انگریز نے ایسے حالات ظاہر کئے ہیں جن سے اس مانع کا اثر بہت کمزور ہو گیا ہے اور اب وہ اپنے زمیندار بھائیوں کو بڑے زور سے اس طریق سے افادہ اٹھانیکا مشورہ دیتا ہے۔

اس فرشتہ سیرت انگریز کا نام مسٹر الیف۔ جے نارمن ہے وہ ۴۰ سال کی رہائش جاپان اور جاپانی حکومت کی ملازمت کے بعد پنشن یاب ہوئے ہیں آپ اسوقت کلکتہ میں فروکش ہیں۔ وہاں آپ نے بیان کیا کہ جاپان میں آرٹی ٹرزی ان چاہات کا اصول قدیم الایام سے معلوم ہے اور جاپانی اس سے صدیوں کے فائدہ اٹھارہے ہیں۔ اور ایسے طریق سے جو یورپین وامریکن طریق کی نسبت بہت ہی ارزاں ہے۔ وہ آہنی نل کی بجائے بانس استعمال کرتے ہیں۔ اور زمین و پتھر میں سوراخ کرنے کے جو آلات وہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کو معمولی دہقانی مستری اور لوہار بھی بآسانی تیار کر سکتے ہیں دیار مغرب کی بڑی بڑی ادق اور پیچیدہ مشینوں کی مطلق احتیاج نہیں۔ اوزار مع جمیع لوازمات ڈیڑھ دو سو روپیہ میں بآسانی تیار ہو سکتے ہیں۔ فی چاہ بالاوسط ۴ ایکڑ فصل اس جنس کی تیار ہوتی ہے۔ وہاں ان چاہات کی گہرائی تین سو۔ چار سو اسّی۔ اور ۷۰۰ فٹ ہے۔ ۳۔۴ سو فٹ کی گہرائی والا کنواں ۳۵۔۴۰ روپیہ میں تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے تیار ہو جانے پر کسان کو پانی پر کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا پانی دن رات خود بخود بانس کے نل سے نکلکر اس کی کھیتی کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ پانی سے بانس سڑ جانے کی بجائے جلد پتھر ایسے سخت ہو جاتے ہیں۔ اور بالعموم یہ بانسی کنوئیں ۳۰۔۳۵ برس تک دن رات کام دیتے رہتے ہیں بادی النظر میں کوئی وجہ نہیں دیکھی جاتی۔ کہ ہندوستان میں کیوں یہ طریقہ کام نہیں دے سکیگا۔ ہاں حکومت یا پبلک اپنی سہل انگاری سے اس ملک کی زرعی حالت ورزمینداروں کی مفلسی کی کایا پلٹ دینے والی تدبیر سے کام نہ لے تو وہ دوسری بات ہے۔ مسٹر نارمن صاحب اس کے متعلق گورنمنٹ ہند کے ساتھ سات آٹھ ماہ سے خط و کتابت کر رہے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ لارڈ کرزن ایسے بیدار مغز اور مسلم بہی خواہ

زمینداراں کے عہد میں بھی اس خط وکتابت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ کاش اسپر اگر اسیقدر توجہ کی جاتی۔ جسقدر کہ مالگذاری کے مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ ہند کے رزولیشن کو پمفلٹ کی صورت میں متعدد زبانوں میں شایع کرنے پر دیگئی ہے۔ تو بالیقین اب تک اس اہم تجویز کے متعلق روزاول ہی نہ ہوتا۔ گورنمنٹ ہند کی لاپرواہی کے برعکس روسی گورنمنٹ نے فوراً اس دریافت سے فائدہ اٹھایا۔ اس نے مسٹر نارمن کی معرفت دو ماہر جاپانی منگوا کر بندر آرتھر اور مانچوریا میں ایسے کئی جاہات تیار کرائے ہیں۔ فرنچ حکومت بھی ٹونس اور الجزائر میں اور اطالین گورنمنٹ اپنے افریقی علاقہ ارتھبریا میں اسے رائج کرنے کے لئے ان سے خط وکتابت کر رہی ہے۔ نیاز مند اڈیٹر وطن نے مسٹر ممدوح سے استدعا کی ہے۔ کہ وہ اس کے متعلق مفصل آگاہی بخشیں۔ اور آلات کی تصویریں بھی بشرط امکان مرحمت کریں۔ تاکہ وہ ان کو وطن میں شایع کرے۔ اور اس طرح گورنمنٹ کی امداد کا انتظار نہ کرکے باہمت زمیندار خود اس معاملہ میں سبقت کرنے کے قابل ہوسکیں"۔

جاپانی پہلوانوں کا دنگل



تاریخ خاندان عثمانیہ

اس تاریخ میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے حالات و واقعات اور اسباب و ریوریپن پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی بحث کرنے کے ساتھ ہی ان ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے جن کے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ و سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ پائیں گے۔ آجتک اردو میں کوئی ایسی کتاب شایع نہ ہوئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹکل طاقت کو قایم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ اس شرح و بسط سے جدید اصول پر لکھے گئے ہوں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت (عہ) اور دوسری جلد میں سلیمان ثانی سے لے کر جلالتماٰب سلطان عبد الحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جس کی قیمت (عہ) ہے۔ قیمت ہر دو جلد (للعہ)

ٹرکی کی موجودہ حالت اور اسکی باجگذار ریاستیں

اس رسالہ میں ٹرکی۔ مصر۔ نہر سویز۔ طرابلس۔ بلغاریہ بوسنیا۔ ہرزیگوینا۔ ساموس اور قبرس کے تمدن تجارت بری و بحری طاقت تعلیم ریلوے تفریحات قومی صنعت و حرفت زراعت مردم شماری رقبہ طرز آئین حکومت اور موجودہ پولیٹیکل حالت پر بحث کی گئی ہے نہایت جامع کتاب ہے

قیمت فی جلد (عمر) **المشتہر مینیجر حمیدیہ ایجینسی دفتر اخبار وطن لاہور**

ایک بے نظیر علمی تجویز

دنیا کی مکمل تاریخ

اس مشہور قول کی صداقت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ کہ بزرگوں کے کارنامے تجربہ ہستی کے سفر میں کشتی عمر کے واسطے لائٹ ہوس کا کام دیتے ہیں۔ ہر قوم کی عزت و عظمت تمامہ تاریخی مطالعہ پر منحصر ہے اہل یورپ اور اہل امریکہ نے ایجاد و اختراع وغیرہ میں جو ترقی کی ہے وہ فقط تاریخ بینی کی بدولت ہے پس قوم کی ترقی کے لیے "تاریخ نہایت ضروری چیز ہے"۔ یورپ و امریکہ میں قوم کی تاریخی تعلیم کے لئے سینکڑوں سوسائٹیاں اور کلب ہیں۔ جن سے ہر خاص مدت کے بعد ایک ایک جگہ کی تاریخ شائع ہوتی رہتی ہے تاکہ اہل دنیا کے پچھلے کارنامے دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں ترقی کا عام جوش پیدا ہو جائے۔

اس تاریخی سلسلہ کے اجراء سے یہی غرض ہے کہ اردو علم ادب کی اس قابل افسوس کمی کو پورا کرکے اس لحاظ سے اسکو انگریزی لٹریچر کے دوش بدوش کیا جائے۔ اور ملک کے نوجوانوں کے سامنے دنیا کے قدیمی حالات کا فوٹو پیش کرکے ان کے دلوں میں ترقی کا جوش پھونکا جائے بالفعل جن ممالک کی تاریخ سے اس سلسلہ میں بحث کیجائیگی وہ ذیل کے عنوانوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور آئندہ اس فہرست کو حسب ضرورت وسعت بھی دیجائیگی:۔

عرب۔ ایران۔ مصر۔ شام۔ جاپان۔ ہند۔ ٹرکی۔ یونان۔ چین۔ روس۔ سیلون۔ تاتار۔ برما۔ انگلینڈ۔ اٹلی۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ ناروے۔ سویڈن۔ گرین لنڈ۔ آسٹریلیا۔ ٹرانسوال۔ امریکہ۔ افریقہ وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلہ کی ماہوار ایک جلد ہر مہینہ کی ۵ تاریخ کو شایع ہوا کریگی اور یہ اختیار مولف کے ہاتھ میں ہوگا۔ کہ جس مہینہ جہاں کی تاریخ چاہے شایع کرے پہلا نمبر جاپان کا ہے۔ جو اسوقت آپکے پیش نظر ہے۔

اس سلسلہ کی ہر ایک جلد کی اصلی قیمت اس کے تیار ہونے پر بنائی جائیگی مگر اندازاً کسی جلد کی قیمت ۸ سے زیادہ نہ ہوگی۔

درخواستیں بنام مینجر اخبار وطن و حمیدیہ ایجنسی لاہور آنی چاہئیں۔